تعلیمات اسلام کا علمبردار دینی و علمی ماہنامہ
الحق
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان

مقاصد

علوم اسلام کی ترویج، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد، عصر حاضر کے فکری و نظری فتنوں کی سرکوبی، حق کا دفاع، اصلاح معاشرہ، معروفات کا فروغ، منکرات پر تنقید، ملت کو درپیش علمی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی مسائل میں کتاب و سنت کی ترجمانی، تحقیقی مقالات، فقہی و علمی مضامین، عالم اسلام کے حالات، فتنہ مغربیت کا تعاقب، پر مغز اداریے، تبصرہ کتب، معیاری ادبیات، دارالعلوم حقانیہ کی ترجمانی، سیاست اسلامی اور حکومت الٰہیہ کا منادی، ملک و بیرون ملک مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبول، ہر شمارہ عالم اسلام کے چیدہ اور جید اصحاب علم و فضل کی فکری کاوشوں کا حسین مرقع، معیاری کتابت و طباعت، اعلیٰ کاغذ، بہترین ٹائٹل، سالانہ چندہ ۱۲ روپے، غیر ممالک ہوائی ڈاک سے تین پونڈ، بحری ڈاک سے دو پونڈ۔

الحق کو دنیائے علم و صحافت کا خراج تحسین
چند خطوط، تحریری تاثرات سے اقتباسات

الجمعیۃ دہلی - علمی جواہر پاروں سے آراستہ۔ تسکین حیات اور مجاہدانہ جذبہ کی متحرک تصویر (مولانا محمد میاں دہلوی)۔ **ماہنامہ دارالعلوم دیوبند** پاکستانی جرائد میں الحق کو ایک نیا اور خاص مقام (ازہر شاہ قیصر)۔ **ماہنامہ برہان دہلی** مولانا سعید احمد اکبر آبادی - علمی بھی دینی بھی، عہد جدید کے فکری فتنوں پر تنقید بھی، ادبی چاشنی بھی۔ **صدق جدید لکھنؤ** (عبدالماجد دریابادی) مذہبی، علمی، دلچسپ، شگفتہ و قیمتی، پر از معلومات، پھر خشک اور زاہدانہ بھی نہیں، الحق کو تجربہ کے لئے کھولا تو دل لگ گیا۔ **الفرقان لکھنؤ** الحق نے اس راہ کے تجربہ کاروں کو مات کر دیا۔ **روزنامہ جنگ پاکستان** - الحق عالم باعمل بنانے میں ممد و معاون۔ **شہاب لاہور** (مولانا کوثر نیازی) جدید مسائل پر دور حاضر کے متبحر علماء کے تبرکات اور ظاہری دلآویزی بھی۔ **فاران کراچی** - تجدد پسند مغرب زدوں کے افکار باطل کی تردید (ماہر القادری)۔ **فردا تہران ایران** - الحق ہمہ جہت مطالب و موضوعات از زندہ و علوم اسلام۔ **ماہنامہ وحید تہران** از مجلہ ہائے معتبر و مفید پاکستان، ساری مطالب سودمند۔ **امروز لاہور** اس قدر شگفتہ اور شستہ زبان کہ ملک کے چوٹی کے دینی رسالوں میں شمار ہوا۔ **الاعتصام لاہور** مجموعہ نمایاں محنت ظاہری و باطنی خوبیوں کا مرقع۔ **قاری محمد طیب دیوبند** (ایک اداریہ کے بارہ میں) انشاء و ادب بھی ماشاء اللہ زبان اور سلاست بیان بھی قابل قدر اور لائق صد تحسین (یہ اداریہ میرے لئے) دستاویز بہت ہے۔ **مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ** - الحق دیکھنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مرض کی صحیح تشخیص کر لی ہے، ندوۃ العلماء کے اساتذہ و طلبہ استفادہ کرتے رہتے ہیں، خصوصاً اداریے بہت ہی جاندار اور از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہیں۔ **مولانا محمد میاں دہلوی** - بہترین شاندار ماضی، اعلائے حق فریضہ مسلم ہے طبیعت چاہتی ہے کہ الحق کی بھی کچھ خدمت کروں۔ **مولانا ابوالوفاء افغانی حیدرآباد دکن** - ماشاء اللہ بہت ہی علمی اور معیاری مجلہ۔ **مولانا زکریا شیخ الحدیث سہارنپوری** - دارالعلوم اور ماہنامہ الحق کے لئے ہر نوع ترقیات سے نوازنے کا دعاگو ہوں۔ **مفتی محمد شفیع دیوبندی** - الحق وقت کی ضرورت۔ **مولانا عبداللہ درخواستی** - الحق نام بھی عجیب ہے، حق پر چلنے اور رہنے کی دعا کرتا ہوں۔ **مولانا عبیداللہ انور** - الحق ہندوستان کے معارف اور برہان کی کمی کو پورا کرے گا۔ **مولانا ظفر احمد عثمانیؒ** - الحاد، تحریف، تجدد کے خلاف مضامین الحق میں بھیجا کروں گا۔

علامہ محمد یوسف بنوری - اداریہ پڑھ کر دل سے دعا نکلی بے حد مسرت ہوئی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ **علامہ شمس الحق افغانی** معیاری پرچہ کے اصول پر پورا اور معیاری اہمیت کی راہ پر گامزن۔ **مولانا محمد زکریا مجددیؒ** مضامین کا گنجینہ خصوصاً نقش آغاز بار بار اور غور سے پڑھنے کا۔ **زیڈ اے سلہری** - اسے ہم کا فخر سمجھتا ہوں۔ **ڈاکٹر حمید اللہ پیرس** - الحق بھیجنے کا ممنون ہوں۔ **نعیم صدیقی** - ٹھیٹ علمی سرمایہ اور گرد کے فتنہ ہائے رنگارنگ کا نہ دیرے قابل استفادہ رسائل میں بطور خاص شامل۔ **پروفیسر حسن عسکری** - دین کی مدافعت کا کام انصاف و اعتدال کے ساتھ اس کے برابر کوئی اور رسالہ نہیں پہنچ سکتا، حق بات کے بے خوف اداریے۔ **حکیم محمد سعید ہمدرد** اسلام کے مختلف پہلوؤں تعلیم سیاست تاریخ قرآن و حدیث کا جامع۔ **انعام اللہ خان موتمر عالم اسلامی** - الحق مسلمانوں اور عالم اسلام کی بڑی خدمت کر رہا ہے مستقل کامیابی کی دعا۔ **قاضی عبدالصمد سربازیؒ** اصلاح و تبلیغ کے منصوبے کا عملی جامہ ہر طبقہ کے لئے مفید اور کارآمد۔ **حفیظ جالندھری** - الحق میں بہت کچھ ان مسائل کے بارہ میں موجود ہے جو ہم سب کو طبقہ کا درد رکھنے والوں کو درپیش ہیں۔ **ڈاکٹر سید عبداللہ لاہور** مقاربت ہے یک باد شہید، آپ نے آراء کا بہت عمدہ مجموعہ فراہم کر لیا جو آگے چل کر دینی مقاصد کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

۰ ماہنامہ الحق ۰ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش — ۲

فون نمبر دار العلوم — ۴

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ /۱۵ روپے ۔ فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

۲۰ نومبر تا ۲۰ دسمبر ۱۹۷۶ء

ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

جلد نمبر : ۱۲

شمارہ نمبر : ۲

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

اصلاحِ معاشرہ کا بھی کوئی ہفتہ منائیے !

نقشِ زمانہ

ہفتۂ اقلیت اور پھر ہفتۂ خواتین کے بعد اب ہفتۂ ملازمین منایا جارہا ہے اور آئندہ معاشرہ کے دوسرے طبقات کی باری ہے ۔

معاشرہ کی اصلاح " ترقی اور خوشحالی کیلئے کیا کچھ ہے، جو نہیں ہورہا۔ ترقیاتی منصوبے اور طویل الذیل سکیمیں، گوناگوں تحریکیں، طویل المیعاد پلاننگ اقتصادی اور مادی میدان میں مسلسل جدوجہد اور تگ و دو معاشرہ کی مادی ترقیات اور رفاہیت کے نام پر ہورہا ہے۔ مگر معاشرہ ہے کہ اصلاح کی بجائے فساد میں ترقی کرتا جا رہا ہے، معاشرتی خرابیاں، خودغرضی، لالچ، رشوت، اقرباء پروری، بے حیائی، لذت اندوزی، مادہ پرستی اور جلب منفعت کی خاطر بڑے سے بڑے قومی اور اجتماعی حقوق کی پائمالی اس فساد کی واضح علامت ہیں اور درحقیقت اجتماعی معاشرہ انفرادی اور شخصی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں۔ پس اگر آپ کسی انسانی جسم پر پھوڑے پھنسیاں یا ظاہری فساد دیکھ کر اندرونی خرابی اور فاسد مواد کا تعین کر لیتے ہیں تو علاج کا صحیح اور دانشمندانہ طریقہ یہی ہوتا ہے کہ بیرونی مرہم پٹی اور عارضی اصلاح کی بجائے اندرونی مادۂ فاسد کے ازالہ کی تدابیر اختیار کرلیں کہ جب تک جڑ سے خرابی کا ازالہ نہیں ہوگا جسم رستا اور سڑتا رہے گا۔ اور داخلی فساد اور خرابی رفتہ رفتہ سارے جسم کو ختم کر کے چھوڑے گی۔ عطائی اور ناتجربہ کار طبیب صرف وقتی تدابیر پر اکتفا کریں گے۔ مگر ہوشیار نبض شناس حاذق اطباء کی نظر خرابی کے اصل سرچشمہ کو پکڑ لیتی ہے۔ یہی حال ہمارے موجودہ معاشرہ کا ہے، جو نہ صرف فساد کی لپیٹ میں ہے، بلکہ اوّل تا آخر جسدِ ملی کو خرابیوں کا روگ کھوکھلا کرتا جارہا ہے۔ معاشرہ کے کسی طبقہ اور زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھیں آپ کو ایک عام بیماری نظر آئے گی۔ لوٹ کھسوٹ کا منظر ہے، ہوس زر میں جائز و ناجائز کی تمیز ختم ہے۔ مادہ پرستی پوری قوم کا شعار ہے۔ ذرا سی منفعت دنیوی کے لئے حیاء و شرم کی ساری حدود بالائے طاق رکھ کر ہر فرد اغراض اور ذاتی منافع کے درپے ہے، سمگلنگ، ملاوٹ ذخیرہ اندوزی تجار کا شعار ہے۔ رشوت ستانی، اقرباء پروری اور بددیانتی سرکاری حکام اور ہر سرکاری محکمے کا شیوہ ہے۔ ملازم اور مزدور صرف حقوق کا رونا روتے ہیں۔ فرائض کا احساس تو پوری قوم کو نہیں۔ ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ جن کو دولت میسر ہے وہ عیش کوشی اور ہوس رانی کے چکر میں مبتلا ہے۔ جو غریب ہے وہ اپنے علاوہ ہر انسان کو بغض وعناد اور نفرت وحقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ غرض پورا معاشرہ احساس و شعور کی ہر خلش، ضمیر و ادراک کی ہر قید و بندش سے آزاد ہو کر ایک عام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے اور جسم کے یہ پھوڑے پھنسیاں حیرت انگیز طور پر بڑھنے والی داخلی خرابیوں کا اعلان کر رہی ہیں ـــــ مگر یہاں بھی اصلاح، تشخیص اور علاج کی وہی صورتیں اختیار کی جارہی ہیں، جو سڑے ہوئے جسم کے بارہ میں عطائی اور بے بہرہ ظاہر بین طبیبوں کا طریقہ ہے،

اس طرح اندرونی مادہ کو کچھ مہلت کچھ سکون تو مل جاتا ہے جس طرح اسپرو سے ہوتا ہے۔ مگر دوسرے وقت میں اندر ہی اندر سڑتا ہوا مادہ مزید شدت اور قوت سے ظاہر ہو کر پورے جسم کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس بگاڑ اور بربادی کو دیکھ کر کچھ عطائی لوگوں نے طبقاتی تفاوت اور اقتصادی ناہمواری کو اس کا سبب قرار دیا کہ غریبی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ ہر شخص کو بقدر ضرورت وافر دولت اور برابر کا حصہ مل جائے تو خرابی ختم ہو سکے گی۔ اس کیلئے مساوات، سوشلزم اور کیا کیا سنہری نام تجویز کر کے نسخۂ شفا، مرتب کیا گیا مگر جہاں دولت کی فراوانی تھی وہاں اخلاقی خرابیوں اور بربادیوں کا زیادہ دور دورہ دیکھا گیا، جو جتنا غریب تھا دولت اور عہدہ و منصب کے لحاظ سے دوسرا اس سے جتنا اونچا تھا، رشوت ستانی اور اخلاقی بددیانتیوں میں وہ اتنا ہی اس سے بڑھ کر نکلا، سپاہی اور کلرک ایک روپیہ کا راشی تھا، تو سینکڑوں پانے والے افسر اور حاکم سینکڑوں اور ہزاروں کے راشی ہوتے۔ سو روپیہ پانے والے میں سو خرابیاں ہیں تو ہزاروں اور لاکھوں پانے والوں میں اتنی ہی تعداد میں اخلاقی بیماریاں، سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ممالک آج سب سے بڑھ کر بے حیائی، فحاشی اور مادہ پرستی کی لپیٹ میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کا ازالہ بذاتِ خود کتنا اہم اور ضروری ہی کیوں نہ ہو معاشرہ کی اصلاح اور فساد کے ازالہ، سوسائٹی کی خرابیوں کا علاج ہرگز نہیں اس دوا نے معاشرہ کے بعض افراد کو اور بگاڑ دیا تو پوری قوم کی اجتماعی زندگی اس سے کب شفایاب ہو سکتی ہے ۔؟

کچھ لوگوں نے معاشرہ کے علاج کی خاطر قانون کا سہارا لیا مگر قانون کا ڈنڈا جتنا بھی سخت ہوتا گیا اور حکومت و سلطنت کے شکنجہ میں معاشرہ جتنا بھی جکڑتا گیا اندرونی فاسد مادہ اتنا ہی شدت اور قوت سے دوسرے راستے نکالتا رہا۔ امریکہ نے کچھ عرصہ قبل شراب پر پابندی لگائی تو لوگوں نے سائیکل کے ٹیوب ٹائر سے خم خانوں اور پیمانوں کا کام لیا، خفیہ بھٹیوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی اور قانون کا احترام اسی طرح خاک میں ملتا رہا۔ اس لئے کہ بزنسے قانون اور حکومت کے آہنی شکنجہ سے اندرونی فاسد مادہ پر پلاسٹر تو ہو سکتا ہے۔ مگر برسوں کے سڑتے ہوئے مواد کو ابلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور سماجی بگاڑ اندر ہی اندر نقطۂ عروج پہ پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے چوروں کو دیکھا ہوگا کہ برسوں کی قید اور سزاؤں کے بعد ان کا پہلا کام وہی ہوتا ہے جسکی پاداش میں وہ اب تک تکالیف شاقہ برداشت کر رہے تھے۔ مجرمانہ مزاج کی عادت قانون کے ڈنڈے سے کبھی نہیں بدلی، ایک سمگلر کبھی حوالات کی وجہ سے عادتِ بد نہیں بدلتا۔ اور ایک راشی یا اجرتی قاتل دو چار ہزار جرمانہ دیکر اپنا دلپسند طریقہ نہیں چھوڑتا۔ الغرض اس شکنجہ سے انسان۔ اشرف المخلوقات۔ محض ایک سرکش گھوڑے کیطرح تو ہو جاتا ہے کہ جب تک سزا اور عقوبت کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہے، قابو میں ہے، ذراسی باگ ڈھیلی ہوئی وہ شریر اور سرکش گھوڑا ہی رہا۔ ہمارے ہاں بھی یہ انسانی طور طریقے تشخیص و علاج کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ اصل علاج سے پوری قوم غافل ہے۔ اندرونی فساد کے ازالہ کے لئے تحریکیں چل رہی ہیں۔ یہ صفائی کا ہفتہ ہے یہ ہفتہ شجرکاری ہے۔

وہ ٹی بی کے خلاف جہاد ہے یہ ریڈ کراس کے میلے ہیں. یہ ٹریفک کا ہفتہ منایا جارہا ہے. یہ سمگلنگ اور ملاوٹ کے خلاف تحریک گرم ہے، سب کچھ ہو رہا ہے مگر کسی شعبۂ حیات میں اچھائی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے کہ علاج کی تشخیص ہی غلط ہے ـــــ مگر مسلمانوں کی نگاہ میں جو سب سے بڑھ کر دانا و بصیر حکیم تھا جسکی حذاقت و مہارت اور فراست باطنی دور رسی اور حقیقت بینی کی تاریخ نے ہر دور میں شہادت دی یعنی حکیم و دانا نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق و مصدوق نبی نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جو عقل و تجربہ اور فہم و خرد کے مطابق تھا، یعنی فساد کی اندرونی خرابیوں کو پکڑا کہ جب تک انسانی معاشرہ میں اندر سے انقلاب پیدا نہیں ہوگا۔ دل کی حالت درست نہ ہوگی، ضمیر و احساس بیدار نہ ہوگا، اچھے اور بُرے کی تمیز پیدا نہ ہوگی، تقویٰ اور خشیت کی لہریں نہیں اٹھیں گی جسمِ انسانی کے پھوڑے پھنسی اور بدنما داغ نہ تو دولت سے زائل ہوں گے نہ غربت اس کا مداوا ہوگی نہ قانون سے اصلاح ہوسکے گی نہ حکومت کے ڈنڈے سے، یہ انقلاب دل کا انقلاب تھا۔ کہ باہر کا سب کچھ اس کا تابع ہے، وہ اصل ہے اور جسم اس کا سایہ، اور جب اصل قابو میں آجائیگا۔ تو سایہ خود بخود ہاتھ میں ہوگا۔ پھر نہ قانون کی ضرورت ہوگی نہ نظامِ حکومت کے آہنی شکنجوں کی کہ اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ۔ جب دلوں کی دنیا بدل گئی تو منادی کی ایک پکار سے گھروں کے اندر لبوں تک آئے ہوئے شراب کے جام توڑ دئے گئے لبوں کے اندر مئے گلگوں کے گھونٹ حلق کے اس پار اٹک کر رہ گئے اور شراب کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اس سے بھر گئیں، سب جام و سبو باہر پھینک دئے گئے حجاب کی آیت سنی گئی تو جو بھی عفت مآب خاتون جہاں سے گذر رہی تھی وہیں سکڑ کر کسی آڑ میں بیٹھ گئی۔ اور جب تک لباس ساتر نہیں ملا وہاں سے قدم نہیں اٹھ سکے اگر رات کے سیاہ پردوں میں بھی انسانی کمزوری کیوجہ سے کوئی جرم سرزد ہوا تو جب تک اسکی حد (جو رجم اور سنگساری کیوں نہ ہوتی) اپنے اوپر جاری نہ کروائی لمحہ بھر چین نہ ملا وہ ماعز جیسے رجال باصفا ہوتے یا غامدیہ جیسی خواتین قانتات جن کی احساس ندامت کسی پوری وادی کے لئے بخشش آفرین ہوسکتی، وہ عبداللہ بن رواحہؓ جیسے سراپا دیانت حاکم اور افسر ہو جاتے، کہ ہزاروں لاکھوں کی رشوت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے۔ غرض یہ اس امت کا آزمایا ہوا نسخہ ہے جسکی صداقت پر صدیاں گذر گئیں۔ آج پھر معاشرہ کے لئے اس نسخہ کی ضرورت ہے۔ مگر کیا اس پورے ملک میں اصلاح اخلاق، تعمیرِ اخلاق، تہذیبِ نفس، تزکیۂ قلوب کی بھی کوئی تحریک اٹھی ہے کسی پارٹی نے اسے اپنا منشور بنایا ہے؟ کوئی ہفتہ اس کا منایا گیا ہے؟ کسی لیڈر کا یہ بھی اوڑھنا بچھونا بنا ہے؟ وہ قوم جو روٹی کپڑے اور مکان سے زیادہ تعمیرِ انسانیت، تہذیبِ نفس کی محتاج ہے، افسوس کہ کوئی حکیم اسے شعار بنا کر نہیں اٹھتا کہ دلوں کو بیدار کر دے، اسے خوفِ آخرت اور ایمان باللہ سے مالامال کر دے، انسانی افکار کو محاسبۂ آخرت سے مربوط کر دے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی اہمیت انسانی اقدار کی قدر و قیمت اور ضمیر و شعور کی آگاہی اور بیداری کی ضرورت سے قوم کو آگاہ کر دے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

اسلام اور عصر حاضر

از داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ مضمون ایڈیٹر الحق کی کتاب "اسلام اور عصر حاضر" کا پیش لفظ ہے جسے عالم اسلام کے مشہور عالم، مصنف، مفکر اور داعی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے تحریر فرمایا تھا، مگر پاک و ہند کے درمیان ڈاک کی بدنظمی کی وجہ سے ہمیں اس وقت موصول ہوا جب کتاب چھپ کر شائع ہوگئی۔ اب ہم اس سرمایۂ افتخار تحریر کو تبرکاً الحق میں شائع کر رہے ہیں، تاکہ یہ قیمتی تحریر محفوظ بھی ہوجائے اور کتاب کا تعارف بھی ہو سکے۔ "ادارہ"

اسلام اور عصر حاضر کے سلسلے میں جتنی مشکلات و مسائل ہیں وہ بیشتر مغربی تہذیب کے پیدا کردہ اور اس کی پروردہ ہیں، اس تہذیب سے شاید مغرب کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا مشرق اور خصوصاً عالم اسلام کو کیونکہ یہ تہذیب مغربی ممالک کے سیاسی و سماجی حالات و حوادث کے ساتھ تدریجاً ارتقا پذیر ہوئی تھی لیکن مشرق اور عالم اسلام کی سرزمین کے لیے یہ پودا بالکل اجنبی تھا اس لیے اس کے غیر فطری نتائج سامنے آنا ضروری تھے، مشرقی اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے مغربی تمدن و ثقافت کے تصادم کے نتیجے میں عجیب و غریب اور حد درجہ پیچیدہ صورت حال پیدا ہوگئی اور اس نے طوفان بلاخیز اور ایک سیل بے پناہ کی طرح مشرق کی آب و ہوا، تمدن و تہذیب، علوم و فنون، سیاست و ثقافت، معیشت و معاشرت ایک ایک چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

اس صورت حال نے مشرقی اور اسلامی ممالک میں دو قسم کے ذہن پیدا کیے۔ ایک وہ جس نے زمانہ سازی سے کام لیتے ہوئے یہ کہنا شروع کیا کہ ؎ چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

اور دوسرا جس نے اس خطرے کی دہشت ناکی اور دُور رس اثرات و نتائج کا اندازہ کر کے اسے

ایک چیلنج سمجھا اور اس کے خلاف جدّ وجہد شروع کی، یہ دوسرا ذہن دینی احساس وشعور اور ملّی غیرت و حمیت رکھنے والے افراد کا تھا جنھیں تیار کرنے اور جن کی ذہن سازی میں اہلِ درد اور فکر مند علماء کا بہت کچھ ہاتھ تھا، لیکن ایسے علماء کی تعداد بہت کم تھی اور ہے جو مغربی تہذیب وثقافت کے کمزور پہلوؤں اور اس کی دکھتی رگوں کو اچھی طرح پہچانتے ہوں اور اسلام کی طرف سے اس کے جواب ودفاع کا فرض بھی خوش اسلوبی اور جدید طرز پر انجام دے سکتے ہوں۔

مقامِ شکر ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب، علماء کے اسی باشعور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو مغربی تہذیب کے نقائص وعیوب کو جانتے اور ان پر بر وقت گرفت کرتے رہتے ہیں۔

"اسلام اور عصرِ حاضر" کے نام سے انھوں نے اپنی لکھی ہوئی تحریرات یکجا کر دی ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً پیش آنے والے مسائل اور تحریکات کے جواب میں لکھیں۔

اس لیے اس کے موضوعات میں خاصا تنوّع ہے اور انھوں نے تہذیبِ جدید کے براہِ راست یا بالواسطہ پیدا کردہ تقریباً تمام ہی تحریکات واثرات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

میں اپنی نظر کی کمزوری سے کتاب کو جستہ جستہ ہی دیکھ سکا لیکن ایک سرسری جائزے سے بھی مصنّف کے دینی مزاج وسلامتِ ذہن اور اصابتِ رائے اور شگفتہ طرزِ تحریر کا اندازہ ہو جاتا ہے اور مصنّف کے جذبۂ اسلامی اور دینی جوش وہوش کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ہمیں یہ امید ہے کہ مصنّف ان متفرق مضامین کے علاوہ اس موضوع پر مستقل تصنیف کی داغ بیل بھی ڈالیں گے۔ بہرحال یہ کتاب بھی ہر اصلاح پسند اور دردمند مسلمان کے ہاتھ میں جانے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنّف کی محنت قبول کرے اور ان خیالات کو مقبولِ عام بنائے۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی
۴ شوال ۱۳۹۶ھ

مؤتمر المصنفین کی ایک اور پیشکش

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کی سرگرمیاں

؎ صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم — کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبالؒ)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی وملی مسائل پہ قرار دادیں مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجودہ سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی وملی مسائل کے بارہ میں رویہ، شیخ الحدیث کی تقاریر، اور ان کی قرار دادوں پر ارکان اسمبلی کا رد عمل —— آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التواء، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پہ۔

★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔

★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ

★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔

★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد و جماعتیں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔

★ ایک ایسی کتاب جو جہاد حق اور غلبۂ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت و برہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی —— کتاب شائع ہو چکی ہے اور ترسیل جاری ہے۔

عمدہ کتابت وطباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے۔ صفحات ..۴

مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

مؤتمر المصنفین کی تازہ پیشکش

علماء طلبہ اور ارباب مدارس کیلئے عظیم الشان خوشخبری

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ

مولانا عبداللطیفؒ ناظم مظاہر العلوم، مولانا مفتی سعید احمدؒ مولانا اسعد اللہ مدظلہ

فقہ حنفی اور فن حدیث کی عظیم الشان مروج کتاب طحاوی شریف کے تقریباً ایک سو مشکل مقامات کے بارے میں مذکورہ بالا اکابر کے مشترکہ غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا مجموعہ برصغیر کے ممتاز ترین علماء و محدثین کی ایسی اجتماعی تصنیف جس میں کسی ایک مقام کے حل پر کبھی کبھی ہفتوں سوچ و بچار کیا گیا۔

یہ نادر افادات غیر مطبوعہ اور پراگندہ و منتشر اوراق کی شکل میں تھے۔ علمی اور حدیثی حلقوں میں اس کا چرچا اور اشتیاق رہا۔ اور اب اسے پہلی بار طبع کرنے کی سعادت مؤتمر المصنفین نے حاصل کی۔

کتاب چھپ چکی ہے۔ اور اسکی ترسیل جاری ہے۔

ترتیب و تالیف : قاری سعید الرحمان

صفحات ۲۲۴، عمدہ آفسٹ طباعت، اعلیٰ کاغذ، قیمت بارہ روپے علاوہ محصول ڈاک

مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عکسِ تبرکات و نوادر

مشاہیر کے خطوط

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بنام مولانا محمد سعد مدنی

قسط ۔ ۲

بلوچستان کا ذکری مذہب اور اسکی تاریخ

سید محمد جونپوری

میں قسط دوم لکھ رہا تھا کہ بلوچستان مکران کے ایک جید عالم حضرت مولانا محمد حیات صاحب مدظلہ جن کو اس فرقہ کے متعلق موجودہ وقت میں سب سے زیادہ معلومات حاصل ہیں۔ کراچی میں آپ کا ایک تازہ رپورٹ اس فرقہ کے متعلق دستیاب ہوا جو چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ محمد اٹکی کے متعلق حضرت مولانا مدظلہ کی رائے پیش خدمت ہے۔ آپ "مہدویہ سے ذکریہ تک" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: "سید محمد جونپوری کی وفات کے بعد مریدین تتر بتر ہوگئے۔ بعض نے واپس ہندوستان کا رُخ کیا اور بعض دیگر علاقوں میں بکھر گئے انہیں مُریدین میں سے ایک مُلا محمد نامی اٹک کا رہنے والا تھا۔ گھومتے پھرتے سرباز جو فی الحال ایرانی بلوچستان میں شامل ہے جا نکلا۔ اس وقت سرباز، کیچ، پنجگور اور دزک وغیرہ بلوچستان کے علاقوں میں بُلیدی خاندان کی حکومت تھی۔ اتفاق سے ایران میں فرقہ باطنیہ (اسماعیلیہ کی شاخ) شاہ صفوی شاہ ایران کے زیر عتاب آچکا تھا اسی فرقہ کے کچھ لوگ سرباز آچکے تھے یہ اپنے آپ کو سید ظاہر کرتے تھے۔ سرباز پہنچ کر مُلا محمد موصوف نے باطنیہ کے پیشواؤں سے گفت و شنید کی۔ دونوں فرقوں میں عقیدہ مہدی، باطن پرستی اور فلسفہ وحدۃ الوجود بطور اقرار مشترکہ موجود تھے۔ کچھ مہدوی عقائد اور کچھ باطنی خیالات کا ملاپ ہوا۔ دونوں کے سنجوک سے ایک تیسرے فرقہ "ذکری" نے جنم لیا۔ اس کا بانی مُلا محمد اٹکی ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ صاحب الہام ہے اور مہدی آخر الزمان کا جانشین ہے۔ شرع محمدیؐ کو امام مہدی نے منسوخ کر دیا ہے۔ نماز۔ روزہ اور حج بیت اللہ وغیرہ عبادات کی فرضیت ختم ہوگئی ہے۔ ان کی فرضیت کا اعتقاد کفر ہے۔ ان سب کا قائم مقام ذکر ہے۔ باطنی سیدوں سے مل کر اُس نے انہی عقائد کا پرچار شروع کیا۔ سب سے پہلے حاکم سرباز

کو جو فی الحال ایرانی بلوچستان میں ہے دعوت دی اور اُس نے اجابت بخشی۔ وہاں سے مُلاّ محمد موصوف کو حاکم کیچ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے بھی دعوت پر لبیک کہا۔ پنجگور کے حاکم نے بھی اسے قبول کیا۔ تربت اس فرقہ کا مرکز قرار پایا۔ نیز یہاں تربت میں ایک ملا مراد نامی باا ثر آدمی اس کے حلقہ ارادت میں آگیا اور اس نے اس کو اپنا خلیفہ بنا دیا۔ کوہ مراد اسی ملا مراد کی طرف منسوب ہے۔ متبرک مقامات کا تعیّن شروع ہو گیا۔ "برکہوُر" مہبط الہام قرار پایا۔ یہ ایک درخت ہے جو تربت بازار سے مغرب کی جانب ہے۔ حج کے لیے بھی "کوہ مراد" کو مقرر کیا گیا۔ جو تربت سے جنوبی جانب ایک پہاڑی ہے۔ عرفات کے لیے "گل وڈن" کو تجویز کیا گیا جو تربت سے جنوباً ایک میدان ہے۔ زم زم کی جگہ "کاریز ہُنزئی" نے لے لی۔ جو تربت کی ایک کاریز تھی اور اب خشک ہو گئی ہے۔ کوہ امام غارِ حرا بنا۔ یہ کوہ مُراد سے مغربی جانب ایک پہاڑی ہے۔ پھر یہیں سے ملا محمد موصوف پوشیدہ طور پہ سندھ سے ہوتا ہُوا ہندوستان چلا گیا۔ اِدھر سے مریدوں نے مشہور کر دیا کہ "نور بود بعالم بالا رفت" یعنی نور تھا اور آسمانوں میں چلا گیا۔

رجاحیت کی طرف میلان

اس وقت کے تصوّف پر وحدۃ الوجود کا غلبہ تھا[1] اور خود سید محمد جونپوری وحدۃ الوجودی تھا۔ باطنیہ اس فلسفہ کو کھینچتے کھینچتے رجاحیت تک اس کی حدیں ملا چکے تھے۔ مُلاّ محمد اٹکی نے بھی اس کو باطنیہ کی شکل میں قبول کر لیا اور بتایا جاتا ہے کہ پیشوایانِ فرقہ ذکریہ کے پاس ایسے قلمی نسخے موجود ہیں جن میں نکاح و طلاق و محرم و غیر محرم کی تمیز کو درمیان سے اڑا دیا گیا ہے۔ یہی موانع ہیں جو ان کی کتابوں کو طبع ہونے یا شائع ہونے سے روکتی ہیں۔ البتہ بلوچی روایات و تہذیب نے ان خیالات کو منضبط نظریات کی حد تک محدود رکھا ہے اور فی زمانہ عملی شکل میں ان کو اُٹھنے نہیں دیا ہے۔[2]

ذکریوں کا مھدی اور رسول کون تھا

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ذکریوں کا قدیم عقیدہ یہی ہے کہ ہمارا مھدی اور رسول مُلا محمد اٹکی ہے۔ مگر جدید تحقیق نے ثابت کر دیا کہ ع

---

[1] فرقہ ذکریہ مکران کے مختصر حالات [2] از مولانا معتمد حیات

خود غلط بود آنچہ ما پنداشیتم

بے چارے ذکریوں کو صدیوں سے معلوم نہ تھا کہ وہ کس شخص کو مہدی اور رسول مانتے ہیں۔ آیا ان کا رسول اور مہدی محمد اٹکی ہے یا محمد جونپوری۔ چنانچہ بہت سوچ بچار اور تحقیق و جستجو کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ وہ جس "محمد" کو مہدی اور رسول مان کر اس کا کلمہ پڑھتے رہے ہیں وہ اٹکی نہیں بلکہ جونپوری ہے۔ اگر ہم مہدوی (ذکروی) تحریک کو ابوسعید بلیدی کے دور سے تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ فرقہ سولھویں صدی عیسوی سے ہے اور جناب مولائی شیدائی صاحب کا خیال ہے کہ پندرھویں صدی عیسوی سے ہے۔ پندرھویں صدی ہو یا سولھویں صدی مگر ہمیں ثبوت سولھویں اور سترھویں صدی سے ملتا ہے کہ یہ لوگ محمد اٹکی کو اپنا مہدی اور رسول مانتے چلے آرہے ہیں۔ گویا کہ سولھویں اور سترھویں صدی سے لیکر بیسویں صدی عیسوی تک ان کو اپنے مہدی اور رسول کے متعلق صحیح علم نہ تھا اور آج تک کئی ذکری محمد اٹکی کو مانتے ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جب ذکریوں میں کچھ بیداری پیدا ہوگئی تو پڑھے لکھے طبقے نے دیکھا کہ وہ جس "محمد" کو مانتے ہیں وہ تو مجہول النسب اور مجہول الحال ہے اور یہ جو قلمی نسخوں میں نسب نامہ لکھا ہوا ہے وہ محمد اٹکی کا نہیں ہے بلکہ محمد جونپوری کا ہے اور چونکہ جونپوری کا ایران جانا ثابت تھا اس لیے انہوں نے لوگوں کو یہ باور کرایا کہ جونپوری کا فراہ میں انتقال نہیں ہوا بلکہ ایران سے کیچ مکران آئے تھے اور بہ مقام کوہ مراد سکونت پذیر ہوئے تھے اور موجودہ ذکری مذہب کی تعلیم دے کر چلے گئے تھے۔

جناب شمس الدین سلطانی (مہدوی) بلوچستان گزیٹر ۱۹۰۷ء کے حوالے سے لکھتے ہیں: مکران کے ذکری تسلیم کرتے ہیں کہ وہ (جونپوری) فراہ سے غائب ہوگئے اور مکہ مدینہ، بیت المقدس شام کے دوسرے حصوں لار اور ایران ہوتے ہوئے کیچ مکران میں تشریف لائے۔ بمقام کوہ مراد قیام کیا اور دس سال تک کیچ میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور اس پورے ملک کو اپنے مذہب میں شامل کرکے انتقال فرمایا[1]۔

---

[1] مہدوی تحریک صفحہ ۶۹ بحوالہ بلوچستان گزیٹر ۱۹۰۷ء

نیز "بلوچی دنیا" فروری ۱۹۶۶ء میں سابق وزیر اعلےٰ بلوچستان جام غلام قادر صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہُوا ہے اس میں جام صاحب نے فرمایا ہے کہ "یہاں کے ذکریوں میں روایت ہے کہ سید محمد جونپوری فراح میں فوت نہیں ہوئے بلکہ وہاں سے روپوش ہو کر مکران میں پہنچ کے مقام پر آ گئے اور کوہِ مراد کی چوٹی پر قیام کیا۔ اس مقام کو ذکری فرقہ کے لوگ کعبہ کا درجہ دیتے ہیں"[1] نیز جناب کامل القادری صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"جہاں تک مقامی روایات کا تعلق ہے ذکریوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ خود سید محمد جونپوری یہاں تشریف لائے تھے اور کچھ دنوں یہاں قیام فرمانے کے بعد اپنے ماننے والوں کا ایک بڑا حلقہ یہاں پیدا کر لیا"[2]۔

چونکہ یہ خیال انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز سے بعض پڑھے لکھے ذکریوں نے پھیلا دیا تھا لہٰذا اس خیال کے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ مگر اس میں ایک اور خرابی تھی وہ یہ کہ یہ بات بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل و ثبوت کے اڑائی گئی تھی۔ لہٰذا جب تعلیم عام ہوئی اور یہ لوگ ہندوستان کی تاریخ سے رفتہ رفتہ واقف ہوئے۔ اور ان کو تاریخی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا تو پھر اُن پر عیاں ہو گیا کہ جونپوری کا انتقال تو فراح میں ہو گیا ہے اور یہ بات مؤرخین کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اب کیا تھا؟ گویا آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا والی بات تھی۔ لگے سر پیٹنے کہ یہ کیا ہو گیا۔ محمد اٹکی سے جان چھڑا کر جونپوری کا جو دامن تھاما تھا وہ بھی موہوم نکلا اور دامن ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اب لگے مہدویوں میں اپنا حامی و ناصر ڈھونڈنے تا کہ وہ اس عقدے کو حل کرے اور اس ناؤ کو سنبھالے۔ چنانچہ تقسیم پاک و ہند کے بعد مہدویوں نے سندھ میں شہداد پور کے مقام پر "دائرہ" بنایا ان کا رہنما جناب شہاب الدین یداللّٰہی ہیں جو اب بھی موجود ہیں اور بقید حیات ہیں۔ چنانچہ شہاب الدین یداللّٰہی صاحب خود اپنے فرقہ کی کتابیں لے کر بمقام کلگ مکران پہنچتے ہیں یا ان کو دعوت دی جاتی ہے بہر کیف وہاں ان کی خوب آؤ بھگت ہوتی ہے۔ یہی صاحب ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہُوا کہ اس جدید اور ترمیم شدہ نظریہ اور عقیدے کی تبلیغ کس طرح ہو

---

[1] بلوچی دنیا فروری ۱۹۶۶ء [2] نوکلین دود مکران ۱۶ مارچ ۱۹۶۷ء

چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ذکری رہنما جناب سید عیسےٰ نوری میدان میں نکلا۔ ایک کتاب ترتیب دے کر شائع کرتے ہیں۔ اس میں اشارۃً سابق عقیدے کی ترمیم اور اپنے نوجوانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ ان سے مل کر اپنے شکوک و شبہات رفع کرائیں۔ عبارت ملاحظہ ہو :۔

" قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے مہدوی بھائی پاکستان آ رہے تھے۔ ذکریوں سے رابطہ قائم ہو رہا تھا۔ اسی سلسلے میں مشہور مہدوی روحانی رہنما سیّد شہاب الدین ید اللّٰہی قدیمی قلمی مذہبی کتابوں کے ساتھ دائر کلگ مکران آئے تو ذکری بزرگ مرشدین نے جن میں میرے والد بھی شامل تھے۔ ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنے روحانی ہم عقیدہ ہونے پر متفق و مسرور ہوئے تھے۔ وہ قدیم محدودی کتب اور اپنے بزرگ مرشدین کی قدیم قلمی مذہبی کتب کا میں نے دلچسپی ولگن سے مطالعہ شروع کیا۔ جو حالات میں نے اپنے بزرگوں کی قدیم قلمی کتب میں دیکھا تھا وہ سو فیصد یکساں ان میں پایا۔ خیال ہوا جو کچھ مجھے اس جستجو و تحقیق سے حاصل ہوا کیوں نہ دوسروں تک پہنچا دوں۔ مجھے امید ہے کہ قارئین قوم دلچسپی و سنجیدگی سے غور و فکر کریں گے۔ مزید اس سلسلہ میں معلومات کرنا چاہیں تو ہر وقت مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔
وما توفیقی الا باللہ سید عیسےٰ نوری ۵ رجادی الثانی ۱۳۵۴ئہ[1]۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ دو ہم مشربوں کی ملاقات صدیوں کے بعد قیام پاکستان کے بعد ہوئی۔ دوم یہ کہ جونپوری کی زندگی کے متعلق ذکریوں کے غلط خیالات و فاسد عقیدے کی اصلاح اور دیگر مسائل میں جو بغیر کسی ثبوت و دلیل کے ذکری ملاؤں نے بیان کئے تھے۔ جناب شہاب الدین نے قدیم کتابیں پیش کیں اور سیّد عیسےٰ نوری نے ان کتابوں سے استفادہ حاصل کرنے کے بعد کتابیں لکھنی شروع کیں اور چونکہ جدید ترمیم شدہ عقیدے سے ذکریوں کے سابق عقائد کے خلاف تھے اس لیے انہوں نے قوم کو سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور چونکہ عقیدے میں بہت سی خرابیاں تھیں اگر سب کی نشاندہی کرتا تو قوم میں انتشار پیدا ہوتا اس لیے اس

---

[1] ذکری تحریک تاریخ کی روشنی میں۔

قوم کو مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے ان سے رابطہ قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ اب مہدوی اور ذکری فرقہ کے مابین سید جونپوری کے متعلق مہدوی روایات کو جو مہدوی کتب سے بقین مسلّم مانا گیا ہے۔ البتہ ذکریوں کے رہنما عیسےٰ نوری نے جونپوری کا سندھ سے افغانستان اور ایران جاتے ہوئے بلوچستان سے گزرنا بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو کوہ مراد جہاں پر ذکری ہر سال حج کرنے جاتے ہیں ان سے ہاتھ دھونا پڑتا اس لیے وہ ایسا نہ کر سکا۔ دوم یہ کہ ان کا نظریہ ہے کہ ہمارا مہدی نور تھا جو آخر میں فوت نہیں ہوا بلکہ نظروں سے غائب ہو کر آسمان کی طرف چلا گیا ہے۔ حالانکہ یہ امر مسلّم ہے کہ جونپوری کا انتقال فرہؔ میں ہوا ہے۔ مگر سید عیسےٰ نوری اپنی کتاب میں انتقال کا لفظ نہ لکھ سکا۔ کیونکہ یہ ان کے عقیدے کے خلاف تھا۔ انہوں نے آخر میں اس طرح لکھا ہے:۔

"اس خطبے کے بعد ۱۹ ذی قعد ۹۱۰ھ کو نور بر بالائے نور شد بلاریب گمان"[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ جونپوری کو نور تصوّر کر کے اس کا آسمان کی طرف اُڑ کر جانا اور اس کے غائب ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ مہدویوں کا عقیدہ نہیں۔ غرض کہ کئی باتیں ہیں بظاہر ان میں اتحاد کا دعوےٰ ہے لیکن درحقیقت ان میں اور مہدویوں میں بڑا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں یہ اتحاد دیرپا ثابت نہ ہوا۔ اب محض زبانی یا سیاسی اتحاد ہے اور ذکر اذکار کے اصولوں میں اتحاد ہے۔ مگر ارکان اسلام میں اتحاد نہیں

مہدوی حضرات جتنی نماز کی پابندی میں متشدّد ہیں اتنا ہی بلکہ اُس سے بھی زیادہ ذکری حضرات متنفر۔ ذکری اور مہدوی اتحاد کے سلسلے میں ایک مرتبہ شہداد پور سندھ میں فریقین کا بڑا اجتماع ہوا تھا۔ مگر بالآخر اس نماز کی وجہ سے دونوں میں اَن بَن ہو گئی کیونکہ مہدوی نماز کے سخت پابند ہیں۔ روایت ہے کہ حیدر آباد دکن میں خاکساروں کے کیمپ میں مشہور مہدوی رہنما نواب بہادر یار جنگ صبح کی جماعت میں شامل نہ ہو سکے۔ سالار کیمپ نے اُنہیں اس جرم پر پانچ درّوں کی سزا دی۔ یہ درّے جناب محمد سراج الدین نے

---

[1] از عیسیٰ نوری ص۲ ایضاً ص۲۶

سے لگاتے تھے۔ محمد سراج الدین صاحب ابھی زندہ ہیں اور سوجر بازار نمبر ۲ کراچی میں رہتے ہیں۔

غرض یہ اجتماع مایوسی کے ساتھ سبوتاژ ہوگیا اور پھر ایسا اجتماع آج تک نہیں ہو سکا۔ اب رہا عیسےٰ نوری (ذکری) کا یہ دعوےٰ کہ جونپوری صاحب سندھ سے افغانستان کی طرف جاتے ہوئے بلوچستان، مکران سے گزرے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ اور کسی مستند تاریخ سے ثابت نہیں۔ جناب شمس الدین مصطفائی صاحب بلوچستان گزٹیئر کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔

"ہم ذکری اعتقاد میں مہدوی تحریک کی تمام تفصیلات پاتے ہیں۔ جس تحریک نے ہندوستان میں ایک خاص اعتقاد اور فرقہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ مکران میں مہدوی تحریک کی ابتداء خود سید محمد نے کی ہو یہ بات ناقابلِ قبول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سید محمد کے ماننے والوں میں کسی شخص نے اس تحریک کو ان علاقوں میں شروع کیا ہو۔ ان کے بہت سے ماننے والوں میں سے ایک شخص عبداللہ خاں نیازی جن کا ہندوستان میں بہت اثر تھا ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق اس تحریک کو ان علاقوں میں لانے سے ہو جو بلیدی حکومت کی ابتداء میں مکران میں شروع ہوئی۔ تمام مقامی ذرائع اس بات پر متفق ہیں کہ اس تحریک نے بلیدی دورِ حکومت میں یہاں قدم جمایا۔ بلیدیوں سے پہلے ذکری عقیدے کی مکران میں موجودگی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ ہو سکتا ہے کہ ابوسعید بلیدی جو اس علاقے کا پہلا بلیدی حاکم تھا جس کا وطن گرم سیل وادی اہلمند ہے اس نے اس اعتقاد کی یہاں اشاعت کی ہو۔"[1]

جناب کامل قادری صاحب لکھتے ہیں :۔

"مستند تاریخی مآخذ سے آپ کے (جونپوری کے) قیام مکران کا علم نہیں ہوتا لہٰذا ہو سکتا ہے کہ آپ کے کسی مرید نے یہ خدمت انجام دی ہو اور اس کی دعوت پر مکران میں شغل ذکر شروع ہوا ہو، جو بعد میں ایک جُداگانہ "فرقۂ ذکری" کی حیثیت اختیار کر گیا ہو۔ سید محمد جونپوری کے ایران جانے کے بعد ان کے پیرو میاں عبداللہ نیازی

---

[1] بلوچستان گزٹیئر از ھیوز بلز ۱۹۰۷ء جلد ۷ بحوالہ مہدوی تحریک صـ ۔

نے بڑی شہرت حاصل کی تھی اور ان کے اثرات بھی گہرے اور وسیع تھے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مکران میں اس کی تعلیمات کی اشاعت کرائی ہو یا خود تشریف لائے ہوں۔ اس سلسلے میں مقامی حقائق کو بھی پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ مکران میں یہ مذہب بلیدیوں کے ذریعے سے پھیلا ہے۔ خاندان بلیدی کا بانی بوسعید تھا۔ جو ایک روایت کے مطابق وادی اہلمند کے گرم سیل علاقے سے ہجرت کر کے علاقہ بلیدہ میں متوطن ہو گیا تھا۔ گرم سیل سے فراہ نزدیک ہے۔ بہت ممکن ہے کہ بوسعید سید محمد جونپوری سے ملا ہو اور ان کے اثرات کو قبول کرنے کے بعد یہاں مہدیت کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہو۔ بلیدیوں کے بعد گچکیوں نے اس عقیدے کو اپنایا اور ملا مراد گچکی جس کے عہد میں گچکیوں نے بڑی ترقی کی اس فرقے کا وہ سب سے بڑا پیشوا تھا[1]"۔

جناب فقیر بخش بگٹی لکھتے ہیں[2]:-

"مکران میں ایک فرقہ "ذکری" کے نام سے موجود ہے۔ اس فرقہ کی نسبت بھی سید محمد جونپوریؒ سے کی جاتی ہے۔ آپ کا مکران میں جانا ابھی تک کی مصدقہ تاریخ سے ثابت نہیں ہوا۔ گمان غالب یہ ہے کہ میاں دانش خراسانی نے مکران کے علاقے میں آپ کی تعلیم کی تبلیغ کی ہو گی اور موجودہ ذکری ان ہی کی مساعی کا نتیجہ ہیں"۔

("نوکین دور" مکران نمبر ۱۶ر مارچ ۱۹۶۷ء)

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا کہ جونپوری کا مکران جانا ثابت نہیں البتہ یہ متفقہ رائے ہے کہ ان کے متبعین و مریدین میں سے کوئی گیا ہو گا۔ اب رہا یہ فیصلہ کہ کون گیا تھا؟ تو اس کے متعلق صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ میرے خیال میں عبداللہ خان نیازی اور میاں دانش خراسانی میں سے کسی کا عمل دخل نہیں۔ البتہ ملا محمد اٹکی اور ابوسعید بلیدی دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا جانا بطریق تواتر لسانی ثابت ہے۔ مقامی روایات ملا محمد اٹکی کے متعلق ہیں اور مولوی محمد حیات صاحب نے اس کو جونپوری کا مرید بتایا ہے اور ذکری حضرات اس محمد اٹکی کا کلمہ پڑھتے رہے ہیں البتہ ذکری

باقی ص۳۳ پر

---

[1] نوکین دور مکران نمبر ۱۶ر مارچ ۱۹۶۷ء -

[2] ایضاً

چوہدری رستم علی صاحب

لاہوری مرزائی اور نبوت مرزا

لاہوری ترجمان کی علماء
اور مسلمانوں کے خلاف
مہم کا ایک جائزہ

لاہوری مرزائیوں نے چند ماہ سے اپنے ہفت روزہ پرچے پیغام صلح لاہور میں مسلمان علماء و اکابر مشائخ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے خلاف ایک مہم شروع کر رکھی ہے، جو شاید اس کے نئے مدیر پروفیسر خلیل الرحمن کی پیدا کردہ ہے اس کا مقصد مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کو الفاظ کے ہیر پھیر کے تحت اس طور سے پیش کرنا ہے کہ مرزا نبی بھی قرار پاتا رہے اور عام مسلمان اس کو محض مجدد سمجھیں اس دو رنگی سے اس کا مقصد مسلمانوں کو ایک بار پھر دھوکا دینا اور اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا ہے۔ پیغام صلح بار بار اعلان کر رہا ہے کہ مرزا ولیوں کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اس کا دعویٰ نبوت دراصل محدثیت کے مترادف ہے۔ اور اس سے نفی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

۱۱ر اگست ۷۶ء کے شمارے میں مدیر نے ایک اداریے میں یہاں تک لکھ دیا ہے:

"انصاف سے کہئے کیا اس وقت کے اور آج کے "علماء" اور اکثر "مشائخ" نے مسلمانوں میں اپنے اقتدار کو بچانے اور استحصالی طاقتوں کا ساتھ دینے کے لئے اسی حسد اور بغض کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے ان کے اور ان کی جماعت کے لئے بار بار فتنہ و فساد کی آگ نہیں بھڑکائی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بے گناہی کی وجہ سے ان کو ہمیشہ اس آگ سے محفوظ رکھا۔"

جہاں تک استحصالی طاقتوں کے ساتھ دینے کا تعلق ہے۔ اس کے لئے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ ——— ع چہ دلاور است دزدے کہ دارد بکف چراغ۔ پیغام صلح کو اپنے مجدد زماں کی وہ شرمناک تحریریں پڑھنی چاہئیں جو استعماری طاقت انگریز کے حق میں اس کی نوے کتب، الحکم، البدر وغیرہ میں محفوظ ہیں ان کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا جائے تو ایک باضمیر قاری مرزا کے انتہائی خوشامدانہ کردار پر اظہار تاسف کئے بغیر نہیں رہ سکتا خاص طور پر اسلامی ممالک میں جو تحریرات روانہ کی گئیں وہ انتہائی قابل مذمت اور سامراج کی حاشیہ برداری کا ذلیل نمونہ ہیں۔

دوسری بات کہ مسلمانوں نے مرزا کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا ایک ایسی لغو بات ہے جس کو پڑھ کر مدیر کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مدیر موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مرزا خود مدعی نبوت تھا اور اس کا اپنا دعویٰ اسکی کتب اور لاہوریوں کے "حضرت امیر" کی تحریرات میں موجود ہے۔ ہم چند تحریرات نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں اور لاہوری مرزائیوں کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی وسیع پروپیگنڈا مہم کے ذریعے عامۃ الناس کو دھوکہ نہ دے سکیں۔

تحریرات مرزا | مرزا غلام احمد قادیانی لیکچر سیالکوٹ میں کہتا ہے :

"یہ نہایت مغرورانہ خیال ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مجھے خدا کے نبیوں اور رسولوں کی ضرورت نہیں اور نہ کچھ حاجت۔ یہ سلب ایمان کی نشان ہے۔ اور ایسا انسان اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے ..... لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبے پر پہنچانے کے لیئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں۔ جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔ اب تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کروگے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دوگے۔ کیا نطفہ کہہ سکتا ہے کہ میں باپ کے ذریعے سے پیدا ہونا نہیں چاہتا۔ کیا کان کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہوا کے ذریعے سے آواز کو سننا نہیں چاہتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہوگی کہ خدا تعالیٰ کے قدیم قانون پر حملہ ہو۔" (لیکچر سیالکوٹ مطبع قادیان ص ۳۱)

مرزا کی اس تحریر سے عیاں ہے کہ وہ اپنے لیئے ایسی ہی نبوت کا مدعی ہے جیسے سابقہ انبیاء کی نبوت تھی۔ اس کے یہ الفاظ کہ "اس کے قدیم قانون کو توڑ دوگے" اور "خدا تعالیٰ کے قدیم قانون پر حملہ ہو۔" سے نبیوں کی آمد اور تسلسل کا قانون بعد از بعثت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ اس لیکچر میں آگے مرزا نے کہا کہ :

"میرے دعوے کی نسبت اگر شبہ ہو اور حق جوئی بھی ہو تو اس شبہ کا دور ہونا بہت سہل ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔ اوّل عقل سے ..... دوسرے پہلے نبیوں کی پیش گوئی۔ یعنی دیکھنا چاہیئے کہ پہلے کسی نبی نے اس کے حق میں یا اس کے زمانے میں کسی کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی کی ہے یا نہیں۔؟ تیسرے نصرت الٰہی اور تائید آسمانی یعنی دیکھنا چاہیئے کہ اس کے شامل حال کوئی تائید آسمانی بھی ہے یا نہیں۔"

اس کے بعد کہتا ہے کہ :

"یہ تین علامتیں سچے مامور من اللہ کی شناخت کے لیئے قدیم سے مقرر ہیں۔ اب

اے دوستو! خدا نے تم پر رحم کر کے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔ اب چاہو تم قبول کر دیا نہ کرو۔" ص ۴۹

مرزا اپنی بیوی کو ام المومنین قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

" خدا تعالیٰ کی سنت اور قانون قدرت کے اس تعامل سے بھی پتہ لگتا ہے کہ کبھی کسی نبی کی بیوی سے کسی نے شادی نہیں کی ہم کہتے ہیں ان لوگوں سے جو اعتراض کرتے ہیں کہ ام المومنین کیوں کہتے ہو۔ پوچھنا چاہیئے کہ تم بتاؤ جو مسیح موعود تمہارے ذہن میں ہے اور جسے تم سمجھتے ہو کہ وہ آکر نکاح بھی کرے گا۔ کیا اس کی بیوی کو تم ام المومنین کہو گے یا نہیں۔؟ مسلم میں تو مسیح موعود کو نبی ہی کہا گیا ہے، اور قرآن شریف میں انبیاءؑ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔"

(الحکم قادیان ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۱ء)

" ایمان درحقیقت وہی ایمان ہے جو خدا کے رسول کو شناخت کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول کے تابع ہوگیا اور اس کو شناخت نہ کیا۔۔۔۔۔ آخر وہ ضرور مرتد ہوگا جیسے مسلیمہ کذاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور یہود اسکریوطی اور پانسو عیسائی مرتد حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں اور جموں والا چراغ دین اور عبدالحکیم خان ہمارے زمانے میں مرتد ہوئے۔" (حقیقت الوحی مطبع قادیان ص ۱۵۹)

اس حوالے سے عیاں ہے کہ مرزا اپنے آپ کو ایسے انبیاء میں شامل کرتا ہے۔ جن کو مان کر پلٹ جانے والوں کے لئے اسلام میں لفظ مرتد استعمال ہوتا ہے۔

امریکہ سے ایک انگریز قادیان آیا، اس نے مرزا سے کچھ سوال کئے۔ اس میں سوال ۲ اور مرزا کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال: آپ نے جو دعویٰ کیا ہے اسکی سچائی کے دلائل کیا ہیں۔؟

جواب (از مرزا) " میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں اور آپ ان کو سچا مانتے ہیں جو دلائل ان کی صداقت کے اور ان کے نبی اور فرستادہ یقین کرنے کے ہیں وہ پیش کریں انہی دلائل سے میری صداقت کا ثبوت مل جائے گا، جن دلائل سے کوئی سچا نبی مانا جاسکتا ہے وہی دلائل میرے صادق ہونے کے ہیں میں بھی منہاج نبوت پر آیا ہوں ــــ

(الحکیم قادیان، مورخہ ۷ اپریل ۱۹۰۸ء)

کشتیٔ نوح میں مرزا لکھتا ہے:

" مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں سے آخری راہ ہوں اور

میں اس کے سب نوروں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ
میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (مطبع قادیان صہ ۵۶)

اربعین نمبر ۴ صہ ۶ حاشیہ میں مرزا لکھتا ہے:

"میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید بھی
اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے
موسوم کیا جیسا کہ ایک الہام الٰہی کی یہ عبارت ہے۔ واصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک
انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ــــــــ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو
ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ
خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو میری
وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے
اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔"

ایسے اور متعدد حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا مدعی نبوت تھا اور
مسلمانوں نے اس کی طرف دعویٰ نبوت منسوب نہیں کیا بلکہ یہ افترا پردازی اس کذاب کا شیوہ تھا۔

اب ہم لاہوریوں کے "حضرت امیر" مولوی محمد علی ایم اے کی بعض تحریریں پیش کر کے مدیر پیغام صلح
سے سوال کرتے ہیں کہ وہ یہ بتائے کہ ان میں نبوت سے کیا مراد ہے اور اس کا یہ دعویٰ کہ مرزا مدعی نبوت
نہ تھا کتنا لچر اور بیہودہ ہے۔

مولوی محمد علی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا مدیر تھا جو مرزا کے دعاوی کے پرچار اور مخالفین کے اعتراضات
کے جواب کے لئے شائع ہوتا تھا۔ اس کے جولائی ۱۹۰۴ء کے شمارے میں مولوی موصوف ایک عیسائی
معترض کے اس سوال کے جواب میں کہ دنیا کو اس وقت نبی کی ضرورت نہیں لکھتا ہے:

"انسان گناہ سے ایسے بچتا ہے جیسا کہ وہ جلتی ہوئی آگ سے بچتا ہے اور بدی سے وہ ایسی
نفرت کرتا ہے، جیسا کہ دنیا میں بری سے بری چیز سے نفرت کرتا ہے۔ مثلاً شراب خوری ایک ایسی بدی
ہے ---- یہ بدی جزیرہ نما عرب میں عین اس وقت میں پورے زور میں تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا ہوئے دس ہزار لیکچر وہ پاک تبدیلی پیدا نہ کر سکتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک الفاظ
نے پیدا کی ---- اس بات میں یہ جادو بھرا اثر کہاں سے آیا صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ یقیناً اس بات
کو جان گئے کہ شراب پینے میں اس خدا کی نارضامندی ہے۔ جیسا کہ پیغمبر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے

تھے، اس قسم کے نبی کی واقعی دنیا کو ضرورت ہے نہ اس پادری نبی کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے —— مولف) جس کو سوائے خدا کے برگزیدوں اور پاک مذہبی اصولوں کو برا بھلا کہنے کے اور کچھ نہیں آتا۔ ایسا ہی ایک نبی اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، لیکن لوگوں نے اسی طرح اس کا انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کا۔ کاش کہ یہ لوگ اس وقت غور کرتے اور سوچتے کہ کیا وہ نشان ان کو نہیں دکھلائے گئے جو کوئی انسان نہیں دکھلا سکتا اور کیا وہ اسی طرح پر گناہ سے نجات نہیں دیتا جس طرح پہلے نبیوں نے دی اور ایک ہمہ علم اور ہمہ طاقت ہستی کے متعلق وہی یقین ان کے دلوں میں پیدا نہیں کرتا جو پہلی امتوں میں پیدا کیا گیا ایسا نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔" (جلد ۳ ص ۲)

تفصیل میں جائے بغیر ہم مولوی محمد علی کی تحریرات کے حوالے درج کرتے ہیں جس میں اس نے مرزا کو مدعی نبوت (ریویو جلد ۵ ص ۱۱، جلد ۶ ص ۴) پیغمبر آخر الزمان (جلد ۶ ص ۳) موعود پیغمبر (جلد ۶ ص ۳) ہندوستان کا مقدس نبی (جلد ۳ ص ۱۱) برگزیدہ رسول (جلد ۴ ص ۲) انبیاء کی طرح معصوم (جلد ۵ ص ۴) مدعی رسالت (جلد ۵ ص ۵) وغیرہ کے علاوہ اسے ایسا ہی نبی بتایا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے (ملاحظہ ہو حوالہ بالا جلد ۳ ص ۲)

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ "حضرت مسیح موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی معنی میں نبی ہیں۔" (جلد ۴ ص ۱) اور مرزا پر کلام جبرائیل لاتا ہے۔ جلد ۵ ص ۲

مولوی محمد علی کا رسالہ میری تحریر میں لفظ نبی کا استعمال عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال کے طور پر ہماری نظر میں ہے۔ مدیر پیغام چاہے تو اسے ڈاکٹر بشارت احمد، خواجہ کمال الدین، مولوی احسن امروہوی اور خود جماعت کا مشترکہ بیان درباره نبوت مرزا بطور آئینہ دکھایا جا سکتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور مسلمان اکابر کے خلاف مذموم کاروائیاں بند کر دے گا۔

□□
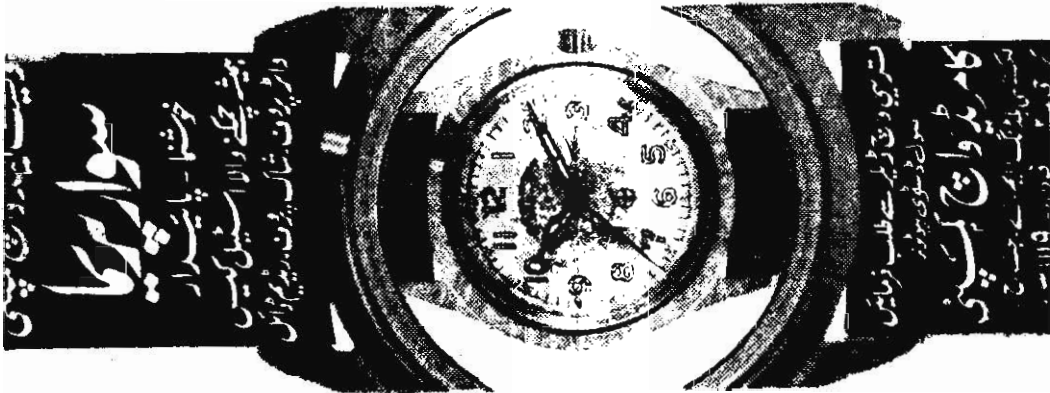
جناب پروفیسر محمد ایوب قادری

تحریکِ پاکستان کا پس منظر

علماء حق کی ڈیڑھ سو سالہ جد و جہد کا نتیجہ

برِّ صغیر پاک و ہند میں انگریز تاجر کی حیثیت سے داخل ہوئے لیکن آہستہ آہستہ وہ اس ملک کے مالک و مختار بن بیٹھے۔ دہلی کی مرکزی حکومت کی کمزوری اور صوبوں کی خود مختاری کی وجہ سے غیر مسلم طاقتوں مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور انگریزوں کو ابھرنے کا خوب موقع ملا۔ ان میں آخر الذکر انگریز سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئے۔ انگریزوں نے اس ملک پر قبضہ کرنے میں ہر قسم کی دھاندلی، بے ایمانی، دجل بکر اور مکاری کو روا رکھا۔ تاریخ کے اوراق اس مہذب قوم کی بے ایمانیوں کے کارناموں سے سیاہ ہیں۔ اگرچہ انفرادی طور سے مسلم حکمرانوں نے انگریزوں کے مقابلے میں ہاتھ پیر مارے مگر وہ اس سیلابِ عظیم کا مقابلہ نہ کر سکے نہ ان میں اتحاد و اتفاق تھا اور نہ ذرائع نہ وسائل، وہ عصرِ حاضر کے حالات و واقعات پر بھی کما حقہٗ نظر نہیں رکھتے تھے۔ سراج الدولہ کے مقابلے میں میر جعفر اور ٹیپو سلطان کے ساتھیوں میں میر صادق کو انگریزوں نے خرید لیا۔ شجاع الدولہ کو مدد دے کر حافظ رحمت خانؒ اور فرخ آباد کی ریاستوں کا خاتمہ کرایا اور آخر میں اودھ کی حکومت کو بھی ہڑپ کر گئے تا آنکہ ۱۸۵۷ء میں برِّ صغیر پاک و ہند پورے طور سے براہ راست تاج برطانیہ کے زیرِ نگیں آ گیا۔ کاش اس زمانے میں یہ مسلم امراء و رؤساء متحد و متفق ہو کر انگریزوں کے خلاف کوئی ایسا متحدہ محاذ بناتے، جیسا کہ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے خلاف بنایا تھا اور ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال اور انگریزوں کے اقتدار کے قائم ہونے کے بعد بھی مسلمانوں نے علمی ذہنی اور فکری طور سے شکست قبول نہیں کی ان کو اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کا احساس تھا ۱۸۰۳ء میں دلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوا اور بادشاہ قلعہ معلیٰ کا حاکم و مختار رہا۔ اس زمانے میں حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فرزند اکبر سراج الملت شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی (ف ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) نے ایک انقلاب آفریں

قدم اٹھایا جس سے ملتِ اسلامیہ ہند میں حرارتِ عمل پیدا ہوگئی اور انگریزوں کے نظامِ حکومت میں اضمحلال در آیا۔ ہمارا اشارہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ؒ کے مشہور فتویٰ دارالحرب کیطرف ہے۔ جس نے مسلمانوں کو دعوتِ فکر و عمل دی کہ نئی حکومت کے قیام کے بعد ان کی کیا حیثیت ہے، ان کا مستقبل کیا ہے۔؟ اور کھوئے اقتدار کی بحالی کے کیا امکانات ہیں۔؟ اس فتویٰ کی خاطر خواہ نشر و اشاعت ہوئی آنکہ اس فتویٰ دارالحرب کی صدائے بازگشت حدود سندھ تک پہنچی اور شہر ٹھٹھہ میں اس کا اعلان عام ہوا۔ علمائے ٹھٹھہ وغیرہ نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیارِ سندھ کو دارالحرب قرار دیا۔ ہمارے پاس علمائے سندھ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ جس میں اس زمانے کے ممتاز علماء مخدوم ابراہیم تتوی، مخدوم غلام محمد تتوی، میاں عبداللہ چوٹیاری اور مخدوم عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم کے فتاویٰ نقل ہیں[1] جنکی رو سے ان علماء نے ہند و سندھ کو دارالحرب قرار دیا مخدوم غلام محمد تتوی لکھتے ہیں

"سندھ اور اس کے قرب و جوار کے جن شہروں میں ہم رہتے ہیں ان میں فرنگی کافروں کا قبضہ ہوگیا ہے۔ اور یہ بھی بلاشبہ دارالحرب ہوگئے ہیں۔"

مخدوم عبدالرحیم ساکن کوٹ عالم لکھتے ہیں؛

"اب تو اس ملک سندھ کو دارالحرب کہنا چاہئے اور جو تحریریں علمائے ہند کی نگر (ٹھٹھہ) میں موجود ہیں اگر وہ دیکھیں تو ہرگز سندھ کو دارالاسلام نہ کہو۔"

مسلمانوں نے اس فتویٰ دارالحرب سے خوب کام لیا۔ سید احمد شہید ؒ کی تحریک مجاہدین اور حاجی شریعت اللہ ؒ کی فرائضی تحریک اس فتویٰ کا عملی مظہر ہیں بلکہ ان تحاریک سے قبل بھی کہیں کہیں اس فتویٰ کے عملی مظاہر سے ملتے ہیں ۱۸۱۶ء میں جب انگریزوں نے باشندگان بریلی (روہیل کھنڈ) پہ ہاؤس ٹیکس عائد کیا تو انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا اور انگریزوں کے خلاف مفتی محمد عوض ؒ مفتی شہر کی قیادت میں جہاد کیا یہاں تک کہ سید احمد شہید ؒ اور اسماعیل شہید ؒ کی تحریک نے ملک گیر بیداری پیدا کر دی بنگال سے یاغستان اور دہلی سے مدراس تک اس کے مراکز قائم ہوگئے۔ نامور علماء، بیدار مغز، زمیندار، حساس تاجر اور مسلم عوام اس تحریک سے وابستہ ہوگئے۔ شہیدین ؒ کے علاوہ علماء میں مولانا عبدالحئی بڈھانوی ؒ، مولانا خرم علی بلہوری ؒ، مولانا سخاوت جونپوری ؒ، مولانا حیدر علی رام پوری ؒ، مولوی محمد علی رام پوری ؒ، مولانا ولایت علی صادق پوری، مولانا عنایت علی صادق پوری وہ علمائے عظام ہیں جنہوں نے

---

[1] رئیس احمد جعفری مرحوم نے راقم الحروف سے یہ فتاویٰ لے کر اپنی کتاب "اوراق گم گشتہ" (محمد علی اکیڈیمی لاہور۔ ص ۱۹۸ ـ ۲۰۱) میں بغیر حوالے نقل کر دئے ہیں۔

اس تحریک کی کامیابی کے لئے ہر طرح کی کوشش کی اور ہر امتحان و آزمائش میں ثابت قدم رہے۔ اس زمانے میں پنجاب و سرحد میں سکھوں کی حکومت قائم تھی۔ انہوں نے اس علاقے کے مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں مسلمان بری طرح سکھوں کے مظالم کا شکار تھے۔ تحریک مجاہدین کے قائدین نے منصوبہ بنایا کہ اس علاقے سے سکھا شاہی نظام کو ختم کرکے یہاں اسلامی حکومت قائم کی جائے اور اس حکومت کے قیام و استحکام کے بعد انگریزی اقتدار کو چیلنج کیا جائے۔ اس کے قرائن و شواہد موجود ہیں مگر غیروں کی کامیابی اور اپنوں کے عدم تعاون اور مخالفت کی وجہ سے یہ منصوبہ دوامی عملی شکل اختیار نہ کرسکا اور ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے کوہساروں میں سید احمدؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے جام شہادت نوش کیا مگر اس ناکامی کے باوجود بھی قافلہ مجاہدین کی خاکستر میں ایک چنگاری بھڑکتی رہی کہ جس نے وقتاً فوقتاً برطانوی خرمنِ اقتدار کو جلانے کا کام کیا۔ اس تحریک کے باقیماندہ حضرات بنگال، بہار، یوپی، دہلی، مدراس، بمبئی، پنجاب میں اپنا کام کرتے رہے، یاغستان (حیمر کنڈ) میں انہوں نے اپنا مرکز قائم کر رکھا تھا جہاں مجاہدین کو اندرون ملک سے ہر قسم کی مدد پہنچتی رہتی تھی اور علمائے صادق پور، مولانا ولایت علی، عنایت علی اور یحییٰ علی وغیرہ قیادت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ جنگ امبیلا ۱۸۶۴ء میں اس تحریک کی کامیابی دیکھ کر انگریز چیخ اٹھا اور اس نے مجاہدین پر ناقابلِ برداشت مظالم ڈھائے۔ پھانسی، حبس دوام بعبور دریائے شور، املاک و جائداد کی ضبطی اور قید و بند کی سزائیں ان پر روا رکھیں۔

اس زمانے میں بنگال میں حاجی شریعت اللہؒ نے انگریزی اقتدار کو "دارالحرب" کے فتویٰ کی روشنی میں چیلنج کیا اور انگریز اور ہندو استعمار کے خلاف عوامی محاذ قائم کیا، اس تحریک سے حکومت کا شعبہ مالیات خاصا متاثر ہوا۔ حاجی شریعت اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے محسن میاں اور تیتو میر نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، انگریز نے اس تحریک کو بھی ظلم و جور کے ذریعہ دبا دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے اپنی کوششوں کا آخری بھرپور مظاہرہ کیا اگرچہ بظاہر قیادت کے مظہر بہادر شاہ ظفر، بر جیس قدر و ممتاز محل (ملکہ اودھ) نواب خان بہادر خان (روہیلکھنڈ) نواب محمود خان (نجیب آباد) نواب تفضل حسین خان (فرخ آباد) وغیرہ تھے مگر تحریک کے اصل بانی اور اس کو آخری شکل دینے والے علماء و مشائخ تھے، جن میں مولوی احمد اللہ شاہ مدراسیؒ، امام المجاہدین مولوی سرفراز علی گورکھپوریؒ، مولانا لیاقت علی الہ آبادیؒ اور عظیم اللہ خان کانپوریؒ سرفہرست ہیں، ساتھ ہی ہر مقام پر علماء اور مشائخ نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ دہلی میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ، شاہ حسن عسکریؒ، شاہ ابوسعید مجددیؒ، مولوی فریدالدینؒ، لدھیانہ میں مولوی عبدالقادرؒ، مولوی محمدؒ، مولوی عبدالعزیز تھانہ بھون

شاملی اور کیرانہ میں حاجی امداد اللہ تھانویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ
مولانا محمد منیر نانوتویؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، نجیب آباد میں مولوی منیر علیؒ، سیوہارہ میں شاہ بولنؒ، اور
شاہ محمد عاشقؒ، مراد آباد میں مولانا کفایت علی کافیؒ، مولوی وہاج الدین عرف مولوی منوؒ، مولوی گلزار علیؒ،
بریلی میں مولانا مفتی سید احمدؒ، مفتی عنایت احمدؒ، مولوی محمد اسماعیلؒ، حکیم مولوی سعید اللہؒ، بدایوں میں مولانا
فیض احمدؒ، شاہجہان پور میں مولوی محمد نظامؒ وغیرہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس تحریک میں پورے
جوش و خروش سے حصہ لیا اور اس کے عواقب و نتائج بھی بھگتے۔

یہاں شاید یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ علماء کی اس جماعت میں بیشتر حضرات شاہ ولی اللہی خاندان کے
فیض یافتہ ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد ان کے جانشین ان کے نواسے شاہ محمد اسحاقؒ ہوئے جو ۱۸۴۱ء
مطابق ۱۲۵۷ھ میں ہندوستان سے مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے۔ مگر ان کے تلامذہ نے ان کی تحریک کو جاری و
ساری رکھا ان کے شاگردوں میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مفتی عنایت احمدؒ، مولانا نواب قطب الدین اور
مولانا احمد علی سہارنپوریؒ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان ارکان اربعہ نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی، تہذیبی، معاشرتی
اور ثقافتی اصلاح کا ایک جامع منصوبہ بنایا۔ شاہ عبدالغنی مجددی نے علمِ حدیث کی درس و تدریس اور
نشر و اشاعت کا کام کیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ ان ہی کے
اجل تلامذہ میں ہیں گویا ان کا فیض دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مفتی عنایت احمد نے مذہبی و اصلاحی لٹریچر
اردو زبان میں پیش کیا۔ مفتی صاحب اور ان کے رفقاء کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے ۱۲۷۱ھ میں
روہیلکھنڈ میں مسلمانوں کی ایک نیم سیاسی اور اصلاحی انجمن بنائی کہ جس کا مقصد مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اصلاح
اور ان کو بیدار کرنا تھا۔ برِصغیر پاک و ہند کی یہ انجمن مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ تنظیم تھی جس نے اجتماعی
طور پر اصلاح کا کام شروع کیا۔[1] مفتی عنایت احمد نے جزائر انڈمان سے ۱۲۷۹ھ میں واپس آکر کانپور
میں مدرسہ فیضِ عام جاری کیا جس کا فیض بقول مولانا حبیب الرحمان خان شروانی بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل
میں ظاہر ہوا۔ مولانا نواب قطب الدین نے بھی مذہبی و اصلاحی لٹریچر اردو زبان میں پیش کیا۔ قرآنِ کریم کی تفسیر
لکھی اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کا اردو میں شرح و ترجمہ کیا تاکہ مسلم عوام زیادہ سے زیادہ
فائدہ حاصل کر سکیں۔ مولانا احمد علیؒ محدث نے دہلی میں اپنا مطبع احمدی قائم کر کے سب سے پہلے حدیث
کی متداول و مشہور کتب بخاری و مسلم شریف وغیرہ طبع و شائع کیں اس طرح سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے
علماء نے مسلمانوں میں مذہبی و اصلاحی ادب بڑی وافر مقدار میں مہیا کیا ان مصنفین میں سید احمد شہید، مولانا

---

[1] ملاحظہ ہو ضمان الفردوس از مفتی عنایت احمد نظامی پریس کانپور ۱۲۷۳ھ

اسماعیل شہید، مولوی خرم علی بلہوری، مولوی اولاد حسن قنوجی، مولوی سخاوت علی جونپوری، مولوی کرامت علی جونپوری، مولوی عبد اللہ، مولوی سعد الدین بدایونی، مولوی محمد نظام شاہجہانپوری، مولوی محمد عمران وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان علماء کا پیش کردہ مذہبی ادب آج بھی مسلمانوں کے لئے مفید اور کارآمد ہے۔ اور اصلاحی ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

انگریز قوم بڑی بالغ نظر ہے۔ اس نے ہندوستانیوں کے افکار وخیالات کی تبدیلی ضروری سمجھی اسی لئے انگریزی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا اور مغربی علوم وفنون کی اشاعت کے لئے ادارے قائم کئے۔ ان تمام اداروں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ انجمن پنجاب، دہلی سوسائٹی، سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، سائنٹفک سوسائٹی بہار، انجمن تہذیب لکھنؤ، راجپوتانہ سوشل سائنس کانگریس، جے پور، انجمن مباحثہ میرٹھ اور مدراس سوسائٹی اسی منصوبے کے تحت عمل میں آئیں۔ مسلمانوں میں براہ راست مغربی علوم وفنون کی اشاعت کے لئے مشہور دہلی کالج اور مدرسہ عالیہ کلکتہ وغیرہ سرکاری انتظام میں لے لئے گئے تھے۔

وفادار طبقہ

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ عیسائیت کی کھلم کھلا تبلیغ اور مناظرے بازی ناکام ہو چکی تھی، لہٰذا انہوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم وفضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لئے حاصل کر لیا۔ دہلی میں دبیر الدولہ فرید الدین خاں (۱۸۲۸ء) منشی صدر الدین آزردہ (۱۸۶۸ء) منشی زین العابدین (۱۸۲۹ء) مولوی محمد صالح خیرآبادی (برادر فضل امام خیرآبادی) سرسید احمد خاں (۱۸۹۸ء) مولانا فضل امام خیرآبادی (ف ۱۸۲۹ء) منشی فضل عظیم خیرآبادی (فرزند اکبر فضل امام خیرآبادی) مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۸۶۱ء) بدایوں میں مفتی ابو الحسن عثمانی، مولوی فضل رسول عثمانی بدایونی (ف۔ ۱۸۷۲ء) مولوی علی بخش صدر الصدور (ف۔ ۱۳۰۳ء) مرادآباد میں مولوی عبد القادر جیعت (ف ۱۸۴۹ء) الہ آباد میں مفتی اسد اللہ (۱۳۰۰ھ) منشی غلام غوث بے خبر (ف۔ ۱۹۰۵) قاضی عطا رسول چڑیا کوٹی۔ کلکتہ میں قاضی نجم الدین خان کاکوروی (ف ۱۸۱۳ء) اور ان کے صاحبزادگان قاضی سعید الدین (ف ۱۸۴۶ء) مولوی حکیم الدین (ف ۱۸۵۴) قاضی علیم الدین (ف ۱۸۴۱ء) مدراس میں قاضی ارتضیٰ علی گوپاموی (ف۔ ۱۲۷۰ھ) اور ناسک میں خان بہادر مولوی عبد الفتاح مفتی وغیرہ ہندوستان کے وہ اعاظم وافاضل ہیں کہ جنہوں نے منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعے سرکار کمپنی کے انتظام واقتدار کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ اسی طرح نواب فرید الدولہ فرید الدین ۱۸۲۸ء علامہ تفضل حسین خاں کشمیری (ف۔ ۱۸۰۱ء) حافظ کاظم علی خاں بریلوی[1] مولوی سمیع اللہ خان دہلوی (ف ۱۹۰۸ء)

---

[1] ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت از ملک ظفر الدین بہاری (مکتبہ رضویہ کراچی۔ اپریل ۱۹۵۵ء) ص ۳۔ حافظ کاظم علی خاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پردادا ہیں

اور شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) وہ اکابر ہیں کہ جنہوں نے انگریزی حکومت کی پولیٹکل خدمات اندرون ملک اور بیرون ملک انجام دیں۔

تحریک مجاہدین، فرائضی تحریک اور انفرادی تبلیغ میں اس زمانے میں دارالحرب اور جہاد کا مسئلہ نہایت اہم تھا۔ انگریز نے پورے طور سے یہ کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں کی توجہ ان مسائل سے ہٹائی جائے اس کے لئے اس نے جہاں علمی اور تعلیمی ادارے قائم کئے وہیں مسلمانوں کے اندر جماعتی اور انفرادی کوششوں سے اس امر کی پوری پوری نشر و اشاعت کرائی کہ ہندوستان دارالامن ہے اور انگریز سے جہاد ضروری نہیں۔ مولانا غلام علی امرتسری، نواب عبداللطیف (ڈھاکہ) سرسید احمد خاں اور مولوی محمد حسین بٹالوی (ف ۱۳۳۸ھ) وغیرہ نے اس سلسلے میں خوب کوششیں کیں۔ آخرالذکر کا رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ان بزرگوار نے "اہل حدیث" نام کو انگریز سرکار سے منظور کرایا۔ انعام سے بھی سرفراز ہوئے، اسی زمانے میں قادیان کے مرزا غلام احمد (ف ۱۹۰۸ء) نے دارالحرب اور جہاد کا خوب رد کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا بیان یہ ہے [1]

"سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں کیں اور پھر میں نے قریب مصلحت سمجھ کر اس امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوا اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔"

چنانچہ قادیانی جماعت "وفاداری بشرط استواری" پر ہمیشہ قائم رہی۔

اسی زمانے میں علماء کی ایک جماعت نے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور تحریک مجاہدین کے مذہبی و اصلاحی ادب کا خوب رد کیا اور اس کو رد وہابیت کا نام دیا۔ اس جماعت کے سرخیل مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل رسول بدایونی ہیں آخر میں اس جماعت کے قائد مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو اشتہار واجب الاظہار از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان ۱۸۹۷ء) نیز کشف الغطاء از مرزا غلام احمد قادیانی (قادیان ۱۹۰۳ء)

اس منفی ادب نے مسلمانوں میں اختلاف کی خلیج وسیع کی اس طرح جدید جماعت "اہل حدیث" نے بعض فروعی مسائل کو مہتم بالشان قرار دیکر اپنی جماعت کو بڑی حد تک کلیتاً علیحدہ کر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے ۱۹۰۶ء میں اہل حدیث کانفرنس قائم کر ڈالی۔ اس طرح متحد و منظم مسلم معاشرہ میں دھڑے بندیاں قائم ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ غیر ملکی اقتدار کے لئے یہ سب چیزیں مناسب اور مفید تھیں۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر دل کھول کر مظالم کئے اور ان سے خوب انتقام لیا، اس لئے کہ اس انقلاب کے سارے ذمہ دار مسلمان تھے۔ اس مہذب انگریز قوم نے کون سا ایسا ظلم و جور تھا اور کون سی ایسی سزا تھی جو مسلمانوں پر روا نہ رکھی۔ پھانسیاں دی گئیں، توپوں سے اڑائے گئے۔ حبس دوام بعبور شور کی سزا دی گئی۔ جلاوطن کئے گئے۔ املاک و جائداد ضبط ہوئیں۔ ان مظالم پر خود انگریزوں کا ریکارڈ شاہد ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ THE OTHER SIDE OF THE MODEL

اس سلسلے میں صرف ایک حوالہ "تصویر کا دوسرا رخ" کافی ہے۔ اس کے برخلاف ہندوؤں نے انگریزی حکومت کو لبیک کہا۔ اس کے بعد سر سید احمد خاں کی سیاست کا دور شروع ہوا، انہوں نے "رخصت" سے کام لیا اور زور دیا، کہ مسلمانوں کو انگریزی زبان اور مغربی علوم و فنون پڑھنے چاہئیں۔ انگریزی حکومت کے قریب آنا چاہیئے اور سیاست سے مسلمانوں کو کلیتاً علیحدہ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ جب ۱۸۸۵ء میں کانگریس کا قیام عمل میں آیا تو سر سید احمد خاں نے دوسرے ہی سال ۱۸۸۶ء میں "آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانگریس" قائم کر دی۔ تاکہ مسلمان اپنی سرگرمیاں تعلیمی اور اصلاحی حد تک محدود رکھیں۔ انگریزی حکومت نے ہندوستانیوں کے مطالبے اور حالات کے تقاضے کی بناپر "اصلاحات" کے عنوان سے سیاسی حقوق دینے شروع کئے۔ ہندو بیدار ہو چکا تھا اس نے اکثریت کے زعم میں ہندوستان پر بلا شرکت غیرے انگریزوں کی سرپرستی میں قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ملک میں برہمو سماج اور آریہ سماج تحریکیں عرصے سے ہندوؤں کی مذہبی اور سیاسی بیداری کا کام کر رہی تھیں کہ اس رنگ کو تلک اور گوکھلے کی آواز نے اور بھی چوکھا کر دیا۔ اور ہر نزاعی موقع پر انگریز کی ترازو کا پلڑا ہندو کی طرف ہی جھکتا تھا۔ یہاں تک کہ بہار اور یوپی میں انگریز گورنروں نے کھلم کھلا ہندی کی حمایت کی۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے ۱۹۰۶ء میں "آل انڈیا مسلم لیگ" تنظیم قائم کی اور اپنے مستقل وجود کی بقا کے لئے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کے بعد ہندوؤں کی چیرہ دستیاں بہت بڑھ گئی تھیں یہاں تک کہ ۱۹۱۱ء میں بنگال کی تقسیم منسوخ ہو گئی جس سے مسلمانوں کو خاصا نقصان ہوا ۱۹۱۲ء میں بلقان کی جنگ شروع

ہوگئی۔ اور علی گڑھ کالج سے "بلقان چلو بلقان چلو" کا نعرہ بلند ہوا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں ایک وفد ترکی گیا۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کا المناک واقعہ ظہور پذیر ہوا جس میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے اور ملک میں ایک آگ لگ گئی اس موقع پر مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے خاص طور سے قیادت کی ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑ گئی۔ اس زمانے میں ریشمی رومال کی تحریک کام کر رہی تھی جس کے قائد مولانا محمود الحسنؒ شیخ الہند اور سب سے بڑے فعال کارکن مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے۔ انگریز نے شریف مکہ کی سازش سے مولانا محمود الحسن، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عزیر گل کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ کے خاتمہ پر فاتح اتحادیوں نے ترکی کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ ظاہر ہے۔ ہندوستان میں بھی جنگ کے خاتمہ کے بعد سیاسی حقوق کے مطالبے ہونے لگے کہ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے واقعہ نے سارے ملک خصوصاً پنجاب میں آگ کو اور بھی بھڑکا دیا۔ اس زمانے میں جمعیۃ العلماء اور خلافت کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ ترک موالات کی تحریک نے انگریزی اقتدار کی جڑیں ہلا دیں۔ علماء کا متفقہ فتویٰ اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس فتویٰ پر ہندوستان کے سینکڑوں علماء کے دستخط تھے۔ ■

جناب قاری محمد عادل خان صاحب ۔ لاہور

قسط ۲

امام فخر الدین رازی

اور

اُن کی تصانیف

فخر الدین رازی کا دائرہ تالیف و تصنیف بہت سے علوم پر محتوی ہے۔ اگرچہ انہوں نے علم کی ہر شاخ میں کچھ نہ کچھ خامہ فرسائی کی ہے، لیکن اگر صحیح معنوں میں ان کی تصانیف کو موضوعی اعتبار سے تقسیم کی جائے تو تقریباً تیرہ علوم بنتے ہیں۔ ان موضوعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ شخص کس قدر ذہی علم اور عبقری تھا۔ اگر سچ پوچھا جائے تو اس کا علم مسلمانانِ عالم کے لئے بوعلی سینا سے زیادہ سود مند اور نفع بخش ہے۔

رازی کے علمی موضوعات | ۱۔ تفسیر ۲۔ فقہ ۳۔ تاریخ ۴۔ فلسفہ ۵۔ علم کلام ۶۔ علم نجوم ۷۔ بیان ۸۔ معرفت کف ۹۔ معارف متنوعہ ۱۰۔ طب ۱۱۔ علم فراست ۱۲۔ کیمیا ۱۳۔ علم المعادن۔

جن مورخین نے ان کی اکثر تصانیف کا ذکر کیا ہے، ان میں قفطی، ابن ابی اصیبعہ، تاج الدین سبکی، ابن خلکان اور حاجی خلیفہ سر فہرست ہیں۔

لیکن ان حضرات نے بعض مخطوطات اور غیر مطبوعہ کتابوں کا ذکر نہیں کیا۔ بروکلمن کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اکثر مخطوطات کا بھی ذکر کیا ہے۔

یہ تصانیف اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دینا زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ بعض کتابوں کے موضوعات ظاہر نہیں ہیں، جس کی وجہ سے راقم الحروف نے موضوعی ترتیب دینا مناسب نہیں جانا۔ لہذا رازی کی تصانیف کو حروف تہجی کے اعتبار سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ کتابیں علم کا خزانہ ہیں۔ آج کل کے بیشتر پیداشدہ مسائل کا حل ان کتابوں کی روشنی میں نہایت آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً عقائد، تہذیب اسلامی کے حدود، حلال و حرام کی تمیز اور ان کے حلت و

حرمت کے وجوہ و اسباب۔

تصانیف	حوالہ جات
۱۔ ابطال القیاس	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ م ۶۸۱ھ
۲۔ اجوبۃ المسائل	مفتاح السعادہ طاش کبری زادہ م ۹۶۸ھ
۳۔ احکام الاحکام	تاریخ الحکماء قفطی م ۶۴۶ھ
۴۔ اختصار دلائل الاعجاز	الوافی بالوفیات صفدی م ۷۶۴ھ
۵۔ الامتیازات العلائیہ فی التاثیرات السماویہ	تاریخ الحکماء
۶۔ الاخلاق	؍؍
۷۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار	وفیات الاعیان ابن خلکان
۸۔ اساس التقدیس فی علم الکلام	کشف الظنون حاجی خلیفہ

یہ کتاب رازیؒ نے سلطان ابی بکر بن ایوب کی خدمت میں پیش کی، لیکن صاحب کشف کا کہنا ہے کہ یہ کتاب ملک عادل سیف الدین کے لئے رازیؒ نے تالیف کی کتاب اپنے مواد علمی کے لحاظ سے نہایت اہم اور دلچسپ ہے۔ کتاب چار اقسام پر مشتمل ہے۔

قسم اول :۔ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے منزہ ہے۔

قسم ثانی :۔ متشابہات کی بحث ہے اس قسم میں رازیؒ اہم اصطلاحات کی شرح کرتا ہے۔ مثلاً صورہ، شخص، نفس اور الصمد۔

قسم ثالث :۔ مذہب سلف کی تقریر پر مشتمل ہے۔

قسم رابع :۔ متشابہات میں مواصلہ کلام پر نفیس بحث ہے۔ قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۹۔ اسرار التنزیل و انوار التاویل	الوافی بالوفیات صفدی۔

صاحب کشف الظنون کا کہنا ہے کہ پہلی جلد کی ابتدا "الحمد للہ الذی اظہر من آثار سلطانہ" سے کی گئی ہے۔ تفسیر چار قسم پر مشتمل ہے، اول اصول۔ دوم فروع۔ سوم اخلاق۔ چہارم مناجات و دعوات۔ لیکن رازیؒ اسکی تکمیل سے قبل ہی وفات پا گئے۔ قفطی اس تفسیر کا ذکر ان الفاظ سے کرتا ہے۔ "کتاب تفسیر القرآن الصغیر سماہ اسرار التنزیل و انوار التاویل۔"

تصانیف	حوالہ جات
۱۰۔ الاشارات	الوافی بالوفیات صفدی
۱۱۔ الاشربہ	عیون الانباء فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ
۱۲۔ اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین	

یہ رسالہ استاذ علی سامی النشار نے شائع کیا ہے۔ عیون الانباء اور شذرات الذہب میں اس کا نام "الملل والنحل" ہے۔ اور صاحب اخبار الحکماء نے اسے "الریاض الموفقہ فی الملل والنحل" نام دیا ہے۔ یہ رسالہ دس ابواب میں ہے۔ ۱۔ معتزلہ ۲۔ خوارج ۳۔ الروافض ۵۔ کرامیہ ۶۔ الجبریہ ۷۔ مرجئہ ۸۔ فی احوال الصوفیہ ۹۔ فی الذین یتظاہرون بالاسلام وان لم یکونوا مسلمین۔ ۱۰۔ فی شرح الفرق الذین ھم خارجون علی الاسلام بالحقیقۃ و بالاسم۔
کتاب میں رازیؒ نے تیسرے باب کے بعد پانچواں باب باندھا ہے۔ اور چوتھا باب عنوان سے نہیں ظاہر کیا۔ اور نیا عنوان نہیں دیا۔ اس رسالے کا مقدمہ جو صوفیائی بحث پر ہے۔ نہایت دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۱۳۔ آغاز و انجام (فارسی) اس کا موضوع معاد ہے۔	بروکلمن
۱۴۔ الافادات فی شرح الاشارات	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۱۵۔ انس الحاضر و زاد المسافر	بروکلمن
۱۶۔ اوصاف الاشراف (فارسی)	"
۱۷۔ الآیات البینات علم کلام میں	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۱۸۔ البراہین البہائیہ (فارسی)	تاریخ الحکماء قفطی
۱۹۔ البیان والبرہان فی رد علی اہل الزیغ والطغیان	مفتاح السعادہ طاش کبری زادہ۔
۲۰۔ بیست باب (فارسی) علم الاصطرلاب پر مقالہ ہے۔	بروکلمن

تاسیس التقدیس۔ دیکھئے اساس التقدیس۔

تصانیف	حوالہ جات
۲۱۔ تحصیل الحق	مفتاح السعادہ طاش کبری زادہ
۲۲۔ ترجیح مذہب شافعیؒ واختیارہ	〃
۲۳۔ التشریح من الرأس الی الحق	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۲۴۔ تعجیز الفلاسفہ (فارسی)	〃
۲۵۔ التفسیر	الوافی بالوفیات صفدی
۲۶۔ تفسیر اسماء اللہ الحسنیٰ	تاریخ الحکماء قفطی
۲۷۔ تفسیر سورۃ بقرہ علی وجہ العقلی لا النقلی	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۲۸۔ تفسیر الفاتحہ	تاریخ الحکماء قفطی

تفسیر القرآن الصغیر دیکھئے اسرار التنزیل۔

تصانیف	حوالہ جات
۲۹۔ تفسیر القرآن الکبیر ۔ مفاتیح الغیب	تاریخ الحکماء قفطی

یہ تفسیر رازی کی اہم ترین تالیف ہے، اور فکر اسلامی کا اہم ترین ماخذ۔
رازی نے اس تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ قرآن جمیع علوم کا منبع ہے۔ اور ثبوت کے لئے ان کی تفسیر موجود ہے۔ علامہ ابن تیمیہ چونکہ حنبلی المذہب تھے۔ اور علوم عقلیہ سے متنفر اس لئے انہوں نے رازی کی اس تفسیر پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ "اس میں سب کچھ ہے لیکن تفسیر نہیں"۔
اور اہل علم کی قدر و منزلت گرانے کے لئے زمانے کی زبان اسی طرح چلتی رہتی ہے۔
سبکی کا یہ کہنا ہے کہ "اس تفسیر میں تفسیر کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ہے" قابل غور ہے۔
یہ تفسیر بالفعل نحو، منطق، الہیات، کلام، فقہ، تصوف اور علوم طبعیہ پر محتوی ہے۔
اس میں رازی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے مختلف مقامات سے علوم و معارف یکجا کر کے واضح اور منظم شکل میں پیش کیا۔ انفاق فی سبیل اللہ اور سود کی حرمت کے سلسلے میں رازی کو دوسرے مفسرین پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان مسائل پر رازی نے معاشی نقطۂ نظر سے بحث کی جبکہ دوسروں نے قانونی نقطۂ نظر سے ان امور پر بحث کی ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۳۰۔ تنبیہ الاشارہ فی الاصول	تاریخ الحکماء قفطی
۳۱۔ تشوق نامہ (فارسی)	بروکلمن
۳۲۔ تہجین تعجیز الفلاسفہ (فارسی)	تاریخ الحکماء قفطی

تصانیف	حوالہ جات
۳۳- تہذیب الدلائل	وفیات الاعیان ابن خلکان
۳۴- جامع العلوم	بروکلمن
۳۵- الجامع الکبیر الملکی فی الطب	تاریخ الحکماء قفطی
۳۶- جواب الغیلانی	〃 〃
۳۷- الجوہر الفرد	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۳۸- حدائق الانوار	بروکلمن
۳۹- الحدوث	تاریخ الحکماء قفطی
۴۰- الحکمۃ المشرقیہ	الوافی بالوفیات صفدی
۴۱- الخلق والبعث	تاریخ الحکماء قفطی
۴۲- حقیقت مرگ واحوال روح (فارسی)	بروکلمن
۴۳- در راہِ خدا شناسی (فارسی)	〃
۴۴- درۃ التنزیل وغرۃ التاویل فی المتشابہ فی القرآن	〃
۴۵- دقائق الحقائق	〃
۴۶- ذم الدین۔ رازیؒ نے یہ کتاب ۶۰۴ھ میں ہرات میں تالیف کی۔	تاریخ الحکماء قفطی
۴۷- الرسالۃ الصاحبیہ	〃 〃
۴۸- الرسالۃ الکمالیہ فی الحقائق الالہیہ (فارسی)	〃 〃
۴۹- الرسالۃ المجدیہ	〃 〃
۵۰- الرعایہ	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۵۱- الروض العریض فی علاج المریض	بروکلمن
الریاض المونقہ فی الملل والنحل	دیکھیے اعتقادات الفرق بین المسلمین والمشرکین
۵۲- زاد المعاد	بروکلمن
۵۳- الزبدہ	وفیات الاعیان ابن خلکان

تاریخ الحکماء میں قفطی نے اس کا نام زبدۃ الافکار وعمدۃ النظار لکھا ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۵۴۔ سراج القلوب	عبدالسلام ندوی
۵۵۔ السر المکتوم فی مخاطبات النجوم	تاریخ الحکماء قفطی
۵۶۔ حاجی خلیفہ نے اس کا موٴلف علی بن علی الحرانی قرار دیا ہے، لیکن یہ کتاب رازی کی تصنیف ہے۔ دیکھئے تاریخ الحکماء	
۵۷۔ سرور المستنجلی لجزء وجوده الکل	بروکلمن
۵۸۔ سورۂ بقرہ	تاریخ الحکماء قفطی
۵۹۔ شرح ابیات شافعی الاربعہ	الوافی بالوفیات صفدی
۶۰۔ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	وفیات الاعیان ابن خلکان
۶۱۔ شرح الاشارات استنبول میں ۱۲۹۵ھ میں چھپ چکی ہے۔	تاریخ الحکماء قفطی
۶۲۔ شرح دیوان	الوافی بالوفیات صفدی
۶۳۔ شرح سقط الزند	تاریخ الحکماء قفطی
۶۴۔ شرح الشفاء	الوافی بالوفیات صفدی
۶۵۔ شرح عیون الحکمۃ	تاریخ الحکماء قفطی
۶۶۔ شرح الکلیات القانون	″ ″
۶۷۔ شرح مصادرات اقلیدس	″ ″
۶۸۔ شرح مفصل	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۶۹۔ شرح النجاۃ	بروکلمن
۷۰۔ شرح نہج البلاغہ	تاریخ الحکماء قفطی
۷۱۔ شرح وجیز الغزالی	″ ″
۷۲۔ شفاء العی والخلاف	″ ″
الطب الکبیر دیکھئے جامع الکبیر	
۷۳۔ الطریقۃ فی الجدل	تاریخ الحکماء قفطی
۷۴۔ الطریقۃ العلائیہ فی الخلاف	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ اور بروکلمن۔

تصانیف	حوالہ جات
۷۵۔ عصمۃ الانبیاء	تاریخ الحکماء قفطی
۷۶۔ عمدۃ النظار و زینۃ الافکار	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۷۷۔ عیون المسائل	وفیات الاعیان ابن خلکان اور بروکلمن
۷۸۔ فضائل الصحابہ	تاریخ الحکماء قفطی
۷۹۔ فی ابطال القیاس	″ ″
۸۰۔ فی تفسیر لاالہ الااللہ	بروکلمن
۸۱۔ فی الرمل	تاریخ الحکماء قفطی
۸۲۔ فی السؤال	″ ″
۸۳۔ فی علم الفراسۃ ۔ کتاب الفراست	عیون الانباء و بروکلمن

یہ کتاب فرانسیسی ترجمے کے ساتھ استاذ یوسف نے پیرس سے شائع کی ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک نہایت بلیغ مقدمہ "علم الفراست عند العرب" کے نام سے شامل کتاب ہے۔ کتاب کے تین مقالے ہیں۔ مقالہ اوّل فی امور الکلیہ، مقالہ دوم فی بیان مقتضیات الامور الکلیہ، مقالہ سوم فی دلائل الاعضاء علم فراست پر بڑی عمدہ اور شستہ بحث ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۸۴۔ فی معرفۃ خطوط الکف و ما فیہ من الحکمت	بروکلمن
۸۵۔ فی النفس	تاریخ الحکماء قفطی
۸۶۔ فی النبوات	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۸۷۔ فی نفی الحیز والجھۃ	بروکلمن
۸۹۔ فی الہندسہ	تاریخ الحکماء
۹۰۔ القضاء والقدر	
۹۱۔ قلائد عقود العیان فی مناقب ابی النعمان	بروکلمن
۹۲۔ کتاب الاربعین فی اصول الدین	تاریخ الحکماء قفطی

اس کتاب کا موضوع الہیات اور چالیس مسائل پر محتوی ہے۔ الہیات میں مندرجہ ذیل عنوانات پر نفیس اور دقیق بحث کی ہے۔ —— وجود و صفات، حقیقت نفس،

معاد ، نبوت ، اور امامت ۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن (بھارت) سے ۱۹۲۴ء میں شائع ہو چکی ہے ۔

تصانیف	حوالہ جات
۹۳- لباب الاشارات	تاریخ الحکماء قفطی
۹۴- کتاب الخمیس فی اصول الدین (فارسی)	" "

لباب الاشارات پہلی بار قاہرہ سے ۱۳۲۶ھ میں اور دوسری بار ۱۳۵۵ھ میں چھپی ہے ۔

تصانیف	حوالہ جات
۹۵- لطائف الغیاثیہ	تاریخ الحکماء قفطی
۹۶- لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ والصفات	" "

۱۹۰۵ء میں قاہرہ میں چھپ چکی ہے ۔

المباحث الاربعون فی اصول الدین دیکھئے کتاب الاربعین فی اصول الدین ۔

تصانیف	حوالہ جات
۹۷- مباحث الحدود	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۹۸- مباحث الجدل	تاریخ الحکماء قفطی
۹۹- مباحث العمادیہ فی المطالب المعاویہ	وفیات الاعیان ابن خلکان
۱۰۰- مباحث مشرقیہ	تاریخ الحکماء قفطی

مباحث مشرقیہ رازی کی وہ عظیم کتاب ہے جو اس کے نام کو تا ابد زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ کئی بار چھپ چکی ہے ۔ اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے ۔

تصانیف	حوالہ جات
۱۰۱- مباحث الوجود	تاریخ الحکماء قفطی
۱۰۲- المبین (معجم فلسفی)	بروکلمن
۱۰۳- المحرر فی النحو (شرح وجیز کا ایک جزء)	الوافی بالوفیات صفدی

۱۰۴- محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من العلماء والمتکلمین او المحصل من نہایت العقول فی علم الاصول ۔

تاریخ الحکماء قفطی

اہل مباحثہ نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب تھی جو علم کلام کے دقیق اور پر پیچ مسائل کو آسان طریقے سے حل کرنے میں کلیدی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کتاب کے مقدمے میں وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" فقد التمس منی جمع من افضل العلماء وَ اماثل الحکماء اَن اصنف لھم مختصراً فی علم الکلام مشتملاً علی احکام الاصول والقواعد دون التفاریع والزوائد صنفت لھم ھذا المختصر۔"

تصانیف	حوالہ جات

مجھ سے اجل علماء اور ممتاز حکماء نے گذارش کی کہ ان کے لئے علم کلام کے احکام و اصول پر مشتمل ایک ایسی مختصر کتاب لکھوں جو زوائد اور پیچیدگی سے پاک ہو لہذا میں نے یہ مختصر کتاب تالیف کی۔

نصیر الدین طوسی نے اس کتاب کی تلخیص کی ہے۔

تصانیف	حوالہ جات
۱۰۵۔ المحصل فی شرح کتاب المفصل	تاریخ الحکماء قفطی
۱۰۶۔ محصول فی علم اصول الفقہ	وفیات الاعیان ابن خلکان
۱۰۷۔ مختار التجبیر	بروکلمن
۱۰۸۔ المختصر	الوافی بالوفیات صفدی
۱۰۹۔ المسائل المخسون فی اصول الکلام	بروکلمن
۱۱۰۔ مشتمل الاحکام	〃
۱۱۱۔ مصادرات اقلیدس	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۱۱۲۔ المطالب العالیہ۔ اللہ عزوجل کے وجود اور صفات میں ہے۔	〃 〃
۱۱۳۔ المعالم فی الاصولیین	تاریخ الحکماء
۱۱۴۔ المعالم فی اصول الدین	

اس کتاب کے مقدمے میں رقمطراز ہیں " فھذا الیشتمل علی خمسۃ انواع من العلوم المھمۃ فاولھا علم اصول الدین وثانیھا علم اصول الفقہ وثالثھا علم الفقہ ورابعھا الاصول المعتبرہ فی الخلافیات وخامسھا اصول یعتبر فی اداب الناظر والجدل۔"

یہ کتاب چونکہ فقہ میں تھی اور فقہ علماء کا دلچسپ اور اہم ترین موضوع ہے۔ لہذا کئی جیّد علماء نے اسکی شرحیں لکھیں۔ جن کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔

شروح المعالم فی اصول الدین

۱۔ ابی عبداللہ محمد بن علی الفہری بن تلمسانی م ۶۵۰ھ/۱۲۶۰ء

۲۔ عبداللہ بن محمد بن احمد شریف تلمسانی م ۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء

۳۔ حسین بن رافع الدین محمد خلیفہ سلطان آصف

۴۔ احمد، مولوی میرزا

تصانیف	حوالہ جات
۵۔ ملا مرزا محمد بن حسن	
۶۔ آغا بیہبانی	
۷۔ ہدایۃ المسترشدین محمد تقی بن عبد الرحیم	
۸۔ محمد بن ابراہیم حسن حسینی	
۹۔ اصل الاصول رفیع بن رفیع جیلانی	
۱۱۵۔ الملخص فی الحکمۃ والمنطق	تاریخ الحکماء قفطی
قزوینی الکاتبی نے اسکی ایک شرح المنصص کے نام سے لکھی ہے۔	
۱۱۶۔ الملل والنحل۔	عیون الانباء فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ
۱۱۷۔ مناظرات جیرت فی بلاد ماوراء النھر فی الحکمت والخلاف وغیرہا۔	
یہ رسالہ حیدرآباد دکن (بھارت) سے ۱۳۵۵ھ میں چھپ چکا ہے۔	
۱۱۸۔ مناقب امام شافعیؒ	تاریخ الحکماء قفطی
۱۱۹۔ المنتخب فی اصولِ فقہ	الوافی بالوفیات صفدی
۱۲۰۔ منتخب درج تنکلوشا	تاریخ الحکماء قفطی اور عبد السلام ندوی
۱۲۱۔ المنطق الکبیر	بروکلمن
منشآتِ فخر الدین رازی مکتوبہ ۸۴۰ھ مخطوطہ ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان (فہرست مخطوطات شیرانی)	
۱۲۲۔ منہاج الرضا	بروکلمن
۱۲۳۔ النبض	تاریخ الحکماء قفطی
۱۲۴۔ نفثۃ الصدور (بلاغت وبیان میں)	عبد السلام ندوی
۱۲۵۔ نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز (اعجاز قرآن میں ہے)	عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ
۱۲۶۔ النہایۃ البہائیہ فی المباحث القیامیہ	الوافی بالوفیات صفدی
۱۲۷۔ نہایت العقول فی درایۃ الاصول	تاریخ الحکماء قفطی
۱۲۸۔ ورد	بروکلمن
۱۲۹۔ وصیت	

حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانویؒ کو دینی تربیت اور اصلاح خلق کیلئے چن لیا تھا، آپ کی مجالس علم و معرفت کے ساتھ ساتھ اصلاح ظاہر و باطن سے پُر تھیں، تھانہ بھون دینی درسگاہ ہی نہ تھی، بلکہ دارالعلوم دیوبند اور دوسری درسگاہ سے فارغ التحصیل علماء کرام خانقاہ تھانہ بھون میں اصلاح ظاہری و باطنی اور دینی تربیت و اصلاح اخلاق کی غرض سے حاضر ہوتے تھے۔ اور شریعت و طریقت اور تصوف میں آپ سے فیضیاب ہوتے تھے۔ حضرت تھانوی نے اپنے مریدوں اور متعلقین کو آداب معاشرت اخلاق اور صفائی معاملات کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا اس پر سخت گرفت فرماتے اور ایسے لوگ تیار کئے جو جملہ علوم و فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے ان میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا نام سرفہرست آتا ہے جو آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ان ممتاز علماء میں سے تھے، جن کے خلاء کو پُر کرنا ناممکن نہیں تو مستقبل قریب میں مشکل ضرور ہے۔ آپ نے نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ دینی خدمات میں گذارا۔ اور تقریباً ۲۶ برس تک دارالعلوم دیوبند سے منسلک رہے۔ اس دوران آپ صدر مدرس اور افتاء کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ ابتدائے عمر ہی سے آپ کو دین سے شغف تھا۔ اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ آپ نے خالص علمی ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں اور بقول آپ کے کھیل کود کا زمانہ بھی دارالعلوم کے صحن میں ہی گذارا تھا۔ آپ کے والد صاحب جناب محمد یٰسین رحؒ ایک بلند پایہ عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ مفتی صاحبؒ کو شروع ہی سے تحقیق اور تصنیف و تالیف سے دلچسپی تھی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہے۔ جو تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ، تصوّف، تاریخ، سیاست ادب وغیرہ تقریباً تمام شعبوں سے متعلق ہیں، جن میں عصر جدید کے مسائل کو خاص طور سے موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ جو کہ نہ صرف عوام بلکہ اہل علم کے لئے علوم و معارف کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ آپ کے فتوؤں

کی تعداد ۲ لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ جن میں نماز روزہ سے لے کر معاشرہ کے ہر جزو سے متعلق مسائل کو حل کیا ہے۔ دین کے ہر شعبہ میں آپکی تصانیف ملتی ہیں۔ صرف فقہ پر آپکی ۹۵ تصانیف ہیں۔ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف "معارف القرآن" ہے جو آٹھ جلدوں میں ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۳۵ھ میں درس نظامی مکمل کیا آپ کے اساتذہ میں حضرۃ مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی عزیز الرحمٰن، سید اصغر حسین صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی، اور مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے ۱۳۳۷ھ سے باقاعدہ تدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۴۹ھ میں صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم کا منصب فتویٰ سپرد کیا گیا۔ اور تقریباً ۲۶ سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اور تحریکِ پاکستان کی جدوجہد کی وجہ سے مستعفی ہونا پڑا۔

۲ مئی ۱۹۴۸ء کو پاکستان تشریف لائے اور کراچی کو اپنا مسکن بنایا۔ شروع میں مسجد باب الاسلام آرام باغ میں درسِ قرآن شروع کیا۔ اور ایک دارالافتاء بھی قائم کیا۔ اس دوران ریڈیو پاکستان سے بھی درسِ قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد میں آپ نسبیلہ ہاؤس کے قریب منتقل ہوگئے، نانک واڑہ میں دارالعلوم قائم کیا۔ اس کے بعد کورنگی میں دارالعلوم کی مستقل بنیاد رکھی اور وہیں منتقل ہوگئے۔ یہاں شب و روز کی انتھک محنت سے باقاعدہ دارالافتاء اور تدریس کے شعبے قائم کئے۔ اس وقت دارالعلوم کا شمار ملک کے ممتاز ترین مدارس میں ہوتا ہے۔ آپ کے ہزاروں کی تعداد میں شاگرد و مرید ہیں جن کی آپ نے اصلاحِ ظاہری و باطنی فرمائی۔

بچپن اور طالب علمی کے دور میں آپ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں وقت گذارا۔ پہلے حضرۃ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طالب علمی ہی کے زمانہ میں والد صاحب کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضرت نے آپکو خلافت سے نوازا۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا۔ اور دو سال تک مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پورے ملک کے دورے کئے۔ اور قیامِ پاکستان کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے تحت تعلیماتِ اسلامیہ کے بورڈ کے ممبر بنائے گئے۔ اور شروع سے آخر تک اسلامی دستور کے نفاذ اور قراردادِ مقاصد کی منظوری کی مہم میں مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریک چلائی۔ پاکستان میں اسلامی دستور کے نفاذ کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے سیاسی سرگرمیوں میں صرف اس لئے حصّہ لیا کہ پاکستان جس مقصد کے لئے وجود میں آیا ہے۔ اس میں اسلامی قوانین اور اسلامی دستور کے نفاذ کی تشکیل کی جاسکے ـــــ آپ نہایت مشفق

اور بلند اخلاق کے حامل تھے۔ یوں تو آپکی مجالس اور صحبت میں ۱۵ سال سے زیادہ کا عرصہ گذرا، لیکن مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے، جب میں اور والدہ صاحبہ دارالعلوم میں آپکی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے، آپ نے نہایت شفقت فرمائی۔ احقر نے بیعت کی درخواست کی جسے آپ نے منظور فرمالیا۔ اور مجھے اور والدہ صاحبہ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور ہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تصحیح: ذکری مذہب

حضرات یہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کا پہلا حکمران ابوسعید بلیدی تھا جو وادی اہلمند گرم سیل کے مقام سے آیا تھا۔ اس کے متعلق جناب رحیم داد خاں مولائی شیدائی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ جونپوری کا مرید تھا ان کو بغرض تبلیغ بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ قارئین عنقریب آئندہ قسطوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اب تک کی تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ "ذکری" دراصل مہدوی ہیں وہ سید محمد جونپوری کو مہدی آخرالزمان مانتے ہیں اور اس کا کلمہ پڑھتے ہیں اگرچہ غلط فہمی سے طویل عرصے تک محمد اٹکی کو اپنا مہدی اور رسول اور امام مانتے چلے آرہے تھے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جونپوری پر قدرے تبصرہ کرتے ہوئے پھر ابوسعید بلیدی بلیدی خاندان اور رگچکی خاندان میں ذکریوں کے عروج اور زوال کی تاریخ اور خان آف قلات میر نصیر خان نوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے اشارہ سے ذکریوں پر حملہ سے لے کر تا ایں دم کی تاریخ مفصّل مگر مختصراً انشاء اللہ تعالےٰ تحریر کروں گا۔ وما توفیقی الّا باللہ۔ (باقی آئندہ)

وفات ۵ اکتوبر ۷۶ء

قاری فیوض الرحمٰن ایم۔ اے
گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد۔

پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن انور شیرکوٹی

۱۹۰۶ء ——— ۱۹۷۶ء

آپ ۱۹۰۶ء میں "شیرکوٹ" ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا نام احمد حسن اور دادا کا محمد حسن بن محمد داؤد ابن الشیخ محمد مدن ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر شوال ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۴۳ھ میں امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے دوسرے اساتذہ فنون و احادیث میں مولانا محمد شیر ہزاروی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سید اصغر حسینؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۲۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل" کا امتحان پاس کیا، اسی سال او ٹی کیلئے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۳۰ء میں او ٹی کی سند حاصل کی۔

مئی ۱۹۳۰ء میں "منشی فاضل" کا امتحان صبح کے وقت اور "ادیب فاضل" کا امتحان شام کے وقت میں دے کر دونوں امتحانات پاس کر لئے۔

ستمبر ۱۹۳۰ء میں مشن ہائی سکول جالندھر میں بطور "عربی ٹیچر" آپ کا تقرر ہوا، سید محمد خلیل ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول جالندھر کے اصرار پہ وہاں سے مستعفی ہو کر ۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ تقرر ہوا۔

مارچ ۱۹۳۵ء میں مولانا محمود علی پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ کی سبکدوشی کے بعد آپ کا وہاں تقرر ہوا اور ستمبر ۱۹۴۷ء تک وہاں تدریس کی۔ اسی دوران آپ نے بی۔ اے تک کے امتحانات پاس کر لئے، ستمبر ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم اے اردو کلاس میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۵۰ء میں ایم اے

کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔

۲۲ ستمبر ۱۹۵۳ء میں اسلامیہ کالج لائلپور میں عربی اور فارسی کی تدریس پر مامور ہوئے، بعد میں شعبۂ فارسی کے صدر رہے۔ ۴ مئی ۱۹۶۶ء کو سبکدوش ہوئے۔

تصانیف | ۱۔ تجلیاتِ عثمانیؒ ـــــ یہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی سوانح ہے۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں بڑے سائز کے ۷۱۲ صفحات میں شائع ہوئی۔ ناشر: ادارہ تصنیف و تالیف، پھلیک، ملتان۔

۲۔ حیاتِ امداد ـــــ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ ـــــ انیسویں صدی کے ایک اونچے درجے کے صوفیاء اور اولیاء میں سے تھے، جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا۔ ان کی علمی، ادبی اور زندگی کے حالات پر یہ کتاب ایک جامع تبصرہ ہے۔

۳۔ انوارِ عثمانیؒ ـــــ یہ کتاب علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مذہبی، سیاسی، علمی اور نجی خطوط کا مجموعہ ہے۔ اسے بھی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ۵ نے شائع کیا ہے۔

۴۔ انوارِ قاسمی ـــــ اس میں حضرۃ علامہ محمد قاسم نانوتویؒ کے حالات زندگی محققانہ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اشاعت ۱۹۶۹ء میں ہوئی۔ ۶۰۰ صفحات ہیں۔ اور مقدمہ حضرۃ نانوتویؒ کے پوتے مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے قلم سے ہے۔

۵۔ روحِ رمضان ـــــ موضوع نام سے ظاہر ہے، عجیب کتاب ہے۔ نذر سنز لاہور نے ۱۹۶۲ء میں ۴۰۰ صفحات میں شائع کی۔

۶۔ خطباتِ عثمانیؒ ـــــ نظریہ پاکستان سے متعلق مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نایاب خطبات کا مجموعہ ہے، مطبوعہ ۱۹۷۳ء۔ وہی ناشر۔

۷۔ سیرۃ پیغمبرِ اعظمؐ ـــــ صفحات ۱۶۰، اسلامیہ کالج لائلپور کی طرف سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔

۸۔ حیاتِ عثمانیؒ ـــــ ۷۰۰ صفحات۔

۹۔ سیرۃ یعقوب و مملوک ـــــ ۳۵۰ صفحات، مطبوعہ ۱۹۷۵ء، ناشر دار العلوم کراچی ۱۴۔ اس میں دار العلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، خلیفہ مجاز حضرۃ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے والد استاذ العلماء مولانا مملوک علی کے حالاتِ زندگی ہیں۔

۱۰۔ قاسم العلوم ـــــ حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مشہور فارسی علمی جواہر گرانمایہ مکتوبات کا ترجمہ "انوار النجوم" کے نام سے علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور شائع کر دا رہا ہے۔

۱۱۔ **قاسم العلوم** —— حضرت نانوتویؒ کے فارسی اور اردو مکتوبات کا ایک دوسرا مجموعہ (غیر مطبوعہ)

۱۲۔ **یادگارِ ذوالفقار** —— شیخ الہند مولانا محمود حسن کے والدِ گرامی مولانا ذوالفقار علی کے علمی اور ادبی کارناموں پر مشتمل سوانح، غیر مطبوعہ۔

۱۳۔ **انوار الشہادۃ** —— یہ امام ابو اسحاق اسفرآئینی کی کتاب "نور العین فی مشھد الحسین" کا اردو ترجمہ ہے۔ جو ۱۹۳۳ء میں ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر سے آپ کے اہتمام سے شائع ہوا۔ انکے علاوہ اردو مڈل اور پرائمری کی گرائمر میں بی۔ اے کی اسلامیات اور فارسی وغیرہ آپ کے قلم سے نکلی ہیں۔

خطابت | ڈی بلاک کے پلاٹ ۱۲۵ کی مسجد عثمانیہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

شاعری | آپ اردو، فارسی اور عربی کے اچھے شاعر تھے، بطور نمونہ چند شعر درج کئے جاتے ہیں ——۔

نہ بے حساب کہ میں لائقِ حساب نہیں — کرم کی مجھ پہ نظر ہو کہ شرمسار ہوں میں
بغیر پرسشِ اعمال بخشدے مجھ کو — کہ سر سے پاؤں تلک سخت داغدار ہوں میں
خدا ہی خیر کرے روزِ حشر اے انورؔ — جہاں میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں میں

مجھے ایک خط میں لکھتے ہیں:

یَا صَاحِبِی اَعْرِضْ عَنِ الْاَشْرَارِ — عِشْ دَائِمًا اَبَدًا مَعَ الْاَخْیَارِ
وَحَلَاوَۃُ الْخُلُقِ الْعَظِیْمِ حَلَاوَۃٌ — مَا ذُقْتُھَا فِی اَطْیَبِ الْاَثْمَارِ
وَلَنِعْمَ نُوْرُ جَبِیْنِ مَرْءٍ صَالِحٍ — یَھَبُ الْاِلٰہُ لِمَنْ مِنَ الْاَطْھَارِ
ظَھَرَ الْفَسَادُ بِمَا کَسَبْنَا کُلُّنَا — عَلَنًا وَجَھْرًا فِی ضِیَاءِ نَھَارِ
ذَھَبَ الْحَیَاءُ فَعَامِلِی مَا تَشْتَھِی — اِنَّ الْحَیَاءَ لِحَافِظَ الْاَبْصَارِ
وَ زَمَانُنَا زَمَنُ الضَّلَالَۃِ کُلُّہٗ — اِلَّا الَّذِیْنَ لَھُمْ ھِدَایَۃُ بَارِی
اِنَّ السَّعَادَۃَ وَالْھِدَایَۃَ وَالتُّقٰی — لَکَرَامَۃٌ مِنْ مُنْعِمٍ غَفَّارِ

عِلْمٌ صَحِیْحٌ ثُمَّ عَمَلٌ صَالِحٌ
نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ مِنَ الْاَنْوَارِ

وصال | چار پانچ اکتوبر ۷۶ء کی درمیانی شب آپ پر اچانک بلڈ پریشر کا حملہ ہوا، چند منٹ بعد ایک بجکر دس منٹ پر وصال ہوگیا، حالانکہ رات کو بالکل ٹھیک سوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

جناب مضطر عباسی ایم۔ اے۔ (مری)

جدید زبانوں کے عربی ماخذ

پیغمبر کا وصی کون ——— ؟

لفظ " وصی " کے مفہوم پر نئے انداز سے گفتگو

وصی ——— الحق کے ستمبر ۱۹۷۶ء کے شمارے میں جناب پروفیسر محمد سلیمان صاحب اظہر کا " پیغمبر کا وصی کون ۔ ؟ " کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے ۔ محترم اظہر صاحب نے شیعہ حضرات کی کتابوں کے حوالوں سے بتایا ہے کہ حضرت رسول اکرم کے وصی حضرت علیؓ نہیں تھے ۔ شیعہ حضرات کی روایات میں تضاد ہے ۔ ایک طرف کہا گیا ہے کہ حضرت رسول اکرم نے اعلانِ نبوت کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ حضرت علیؓ میرے وصی ہیں ۔ اور دوسری روایات میں ہے کہ آپؐ نے وصال کے موقعہ پر حضرۃ عباسؓ سے فرمایا کہ آپؓ میرے وصی ہیں ۔ اور جب حضرت عباسؓ نے بوجہ پیرانہ سالی وصی کی ذمہ داریاں قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کیا تو آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اچھا اب آپ میرے وصی ہوں گے ۔ اظہر صاحب فرماتے ہیں اور بالکل بجا فرماتے ہیں کہ جب پہلی روایت کے مطابق حضرتِ رسولِ اکرم اعلانِ نبوت کے روز ہی سے حضرت علیؓ کو وصی مقرر فرما چکے تھے تو پھر وفات کے موقع پر حضرت عباسؓ سے کیوں فرمایا کہ آپ وصی ہو جائیں ۔

شیعہ حضرات کی کتابوں میں اس نوعیت کے تضاد کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں اور ایسی مثالیں جو ان کتابوں کے مواد ہی کو مشکوک اور مشتبہ بنا دیتی ہیں ۔ اظہر صاحب نے چند اور مثالیں بھی پیش کی ہیں ، لیکن ہم ایک دوسرے انداز سے وصی کے مفہوم پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہ لفظ وصی کے معنیٰ کی وضاحت کی جائے ، لغت اور خاص کر حدیث کی لغت کی کتابوں میں لفظ وصی کے معنیٰ وہ نہیں جو شیعہ حضرات مراد لیتے ہیں ۔ اور اگر بفرضِ محال وہی مفہوم اور معنیٰ مراد لئے جائیں جو شیعہ حضرات مراد لیتے ہیں اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرتِ رسولِ اکرم نے حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا تھا ۔ اور اس سلسلہ میں شیعہ حضرات کی کتب میں پیش کی گئی ، روایات کو من وعن قبول کر لیا جائے

تو بھی شیعہ حضرات کی مراد پوری نہیں ہوتی۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کو جناب رسول پاکؐ کا خلیفہ بلافصل اور اسلام کی تاریخ میں پہلا خلیفہ مانتے ہیں اور اہل سنت والجماعت چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ اب سوچیے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے اگر حضرت علیؓ کو اپنا وصی بمعنی خلیفہ مقرر کیا بھی ہے تو اس سے یہ مفہوم کیسے نکل آیا کہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر نہیں کیا اور وصی کے مفہوم اور معنوں میں "بلافصل" اور "اوّل" کا اضافہ کس دلیل سے کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کو اہل سنت والجماعت بھی تو رسول پاکؐ کا خلیفہ مانتے ہیں اختلاف صرف بلافصل خلیفہ ہونے میں ہے۔ اور شیعہ حضرات کی روایات سے بھی بلافصل حضرت علیؓ کا خلیفہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

یہ تھی "وصی" کے اس مفہوم کی حقیقت جو شیعہ حضرات مراد لیتے ہیں۔ باقی رہا "وصی" کا حقیقی مفہوم سو اس کے پیشِ نظر کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وصی کا مفہوم :۔۔۔۔ لغت میں وصی کے معنیٰ لکھے ہیں :

۱۔ مرتبہ پانے کے بعد پھر اتر جانا۔ ترقی کے بعد تنزل کرنا۔

۲۔ کسی کو اپنا کام سپرد کرنا۔ مرتے وقت کسی کو کچھ دلانا۔ کسی چیز کا مالک بنانا۔ کسی کام کا عہد لینا۔ کسی کام کا اشارہ کرنا۔

۳۔ وَصِیّ کے معنیٰ ہیں وہ جو میّت کیطرف سے اس کے مال اور اہل وعیال کا نگران ہو۔ ان تینوں معنوں میں سے پہلے معنوں میں حضرت علیؓ "وصی" نہ تھے، معاذ اللہ ایسا کون ہے جو یہ خیال کرے کہ حضرت علیؓ کبھی بھی اپنے مرتبہ اور مقام سے گرے ہوں۔ باقی رہے دوسرے اور تیسرے معنیٰ سو اس اعتبار سے حضرت علیؓ "وصی" ہیں۔ اور ضرور "وصی" ہیں۔ اور اگر کسی وقت حضرت رسول اکرمؐ نے آپؓ کو "وصی" فرمایا ہے تو کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے۔ اور اگر نہیں فرمایا تو بھی چچا زاد بھائی، داماد، اور بچپن سے حضرت رسول اکرمؐ کے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے آپؓ کی یہ ذمہ داری تھی کہ رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد آپ کے اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت علیؓ اس فرض کی ادائیگی کا ہمیشہ اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ حضرت رسول کریمؐ نے اپنی زندگی میں بھی سفر پر روانگی کے وقت اہلِ خانہ کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر رسول پاکؐ نے اپنے بڑے داماد حضرت عثمانؓ کو اہلِ خانہ کی دیکھ بھال اور نگران کے لئے بطور وصی مقرر فرمایا تھا اور انہیں مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔

آپؐ کی وفات کے فوراً بعد جب جیّد صحابہؓ سیاسی اور جماعتی امور کی سرانجام دہی اور امت کو

اختلاف اور انتشار کی کیفیت سے بچانے نیز مغموم دلوں کو سہارا دینے اور خاص کر نوجوان طبقہ کو مایوسی سے بچانے نیز منافقوں اور دشمنوں کی سازشوں کو ابھرنے سے پہلے ہی کچل ڈالنے کے اہم ترین فرائض کی سرانجام دہی میں مصروف تھے، اس وقت حضرت علیؓ اہل خانہ اور حضرت رسولِ اکرم کے اہل وعیال کی نگرانی اور آپؐ کی تجہیز وتکفین کے کاموں میں مشغول تھے۔

خلیفہ اوّلؓ کے عہد میں جب اندرونِ ملک فسادات کی کیفیت پیدا ہوگئی اور سرحدات پر دشمن کی افواج نقل وحرکت کر رہی تھیں اس وقت بھی حضرت علیؓ وصی ہونے کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یعنی بجائے میدانِ جنگ میں اپنی روایتی شجاعت اور ضرب وحرب کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے حضرت رسولِ اکرم کے اہل وعیال کی دیکھ بھال اور نگرانی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف رہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ :-

۱۔ حضرت علیؓ کو رسولِ اکرم کا وصی مان لینے سے نہ تو شیعہ حضرات کی وہ مراد پوری ہوتی ہے۔ جس میں یہ لوگ پہلے تینوں خلیفوںؓ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل سنت والجماعت کے نظریات وعقائد کی تردید ہوتی ہے۔

۲۔ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت رسولِ اکرم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا، لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آپؓ حضرت رسولِ اکرم کے خلیفہ بلافصل بھی مقرر ہوگئے تھے۔

۳۔ حضرت رسولِ اکرم کے بعد حضرت علیؓ ہی آپ کے اہل وعیال کے نگران تھے اور لفظ وصی کے یہی معنی ہیں۔

یہ اوراق تو جدید زبانوں کے عربی ماخذ کے لئے مخصوص ہیں ان میں مذہبی مباحث کی گنجائش نہیں، یہ جرأت محض اتفاق کی بات ہے۔ آج ہی الحق کا پرچہ ملا، اور وصی کے عنوان پر جناب اظہر صاحب کا مضمون پڑھا تو خیال ہُوا کہ آج اسی لفظ وصی کی تحقیق کی جائے۔ چنانچہ ترتیب سے ہٹ کر قارئین حضرات کی وقتی دلچسپی کا احترام کرتے ہوئے وصی کے مادے اور ماخذ پر گفتگو شروع کی اور چند باتیں اس قسم کی نوکِ قلم پر آگئیں جن سے اظہر صاحب کی کوششوں کی تائید اور قارئین کرام کی دلچسپیوں کا احترام مقصود ہے۔

اب آئیے اصل مضمون کی طرف کہ عربی کا لفظ وصی جدید زبانوں کے کن کن کلمات کا ماخذ ہے۔ یا یوں کہئے کہ جدید زبانوں کے کون کون سے کلمات ایسے ہیں جو عربی کے اس زیرِ بحث لفظ وصی سے ماخوذ ہیں۔

واسل :—— انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ایک لفظ VASSAL (واسل) ہے۔ اور ویلز

کی زبان WELSH میں اس کی صورت GWAS ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ VASSALAGE اسی سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ ہیں حلقہ بگوشں، تابعدار، ان سب کا ماخذ VASSUS ہے جسکے معنیٰ نوکر، ملازم، فرمانبردار اور ماتحت افسر کے ہیں اور یہی مفہوم ہے۔ عربی زبان میں وصیؔ کا۔

وائس :۔۔۔ انگریزی میں VICE کے معنیٰ ہیں قائم مقام۔ نائب۔ VICEGERENT کے معنیٰ ہیں۔ نائب، وکیل، جس کے سپرد کوئی کام کیا گیا ہو۔ اسی طرح VICEGERENCY کے معنیٰ ہیں نیابت، وکالت ایک دوسرا کلمہ جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ VICEROY ہے۔ (وائسرائے) جو VICE (نائب) اور ROY (بادشاہ) سے مرکب ہے۔ اس سے پہلے لفظ رائے (ROY) کے بارے میں عرض کیا جاچکا ہے، کہ اس ماخذ سنسکرت کا لفظ "راج" ہے۔ جو عربی کے "راز" کی لفظی اور معنوی نقل ہے۔ اس وقت VICE (وائس) کے ماخذ کی تلاش ہمارا مقصود ہے۔ اسکی ایک صورت قدیم انگریزی میں VISCONTE ہے، جو فرانسیسی میں VICECONTE اور VISCONTE ہے، اور جدید انگریزی میں VISCOUNT کی صورت میں نظر آتا ہے۔ یہ بھی VICEROY کی طرح مرکب ہے۔ VICE اور CONTE یا COUNT سے اور اس کے معنیٰ ہیں فوج کا نائب اور ماتحت افسر، سردار یا نگران۔ COUNT انگلستان میں ایک خاص قسم کے سردار کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کا مترادف اردو میں نواب ہو سکتا ہے، اور VICE یہی زیر بحث کلمہ ہے، نائب، ماتحت، وکیل وغیرہ۔

فرانسیسی میں انگریزی کا VICE (وائس) VIS ہے، اور ان سب کا مشترک ماخذ لاطینی کا VICE ہے، جو عربی میں یہی وصیؔ ہے۔

آپ عربی کے وصیؔ کے معنیٰ اور مفہوم پر ایک بار پھر نظر ڈالیں۔ ہم نے کھینچ تان کر VASSAL یا VICE وغیرہ کے سلسلہ میں اسے ماخذ ٹھہرانے کی کوشش نہیں کی، لفظ کی صورت مفہوم اور معنیٰ ہمارے خیال کی تائید کرتے ہیں۔

اوپر "وصی" کی لغوی تشریح کے سلسلہ میں ہم نے لغت کی کتابوں کے حوالے سے عرض کیا ہے کہ اس کے ایک معنیٰ مرتبہ سے معزولی اور تنزل کے بھی ہیں۔ اب اسے حسنِ اتفاق کہئے یا کچھ اور کہ لاطینی کے ماخذ VICE سے یورپ والوں نے VICIOUS کا کلمہ بنایا ہے۔ جس کے معنیٰ خوشامدی اور طفیلی کے ہیں نیز اس کے معنیٰ ہیں۔ بد۔ بدطینت۔ بدفطرت۔ اور بُرا۔ ممکن ہے کہ یہ معنیٰ یوں پیدا کر لئے گئے ہوں کہ نائب ملازم اور نوکر واقعی ایک قسم کا خوشامدی اور طفیلی ہوتا ہے۔ نیز ملازم اپنے مالک سے دور نہیں ہوتا صورتاً یا معناً اس کے قریب ہی رہتا ہے۔ اس لئے VICINITY کے معنیٰ قرب و جوار کے ہیں۔

کھوار ——— ابھی یہ سطور لکھ رہا تھا کہ پشاور سے ایک کتاب بذریعہ ڈاک وصول ہوئی کتاب ہے، چترال کے شہزادہ صمصام الملک کی لکھی ہوئی چترالی زبان کی گرامر۔ کتاب کے دیباچے میں اس کے شرجناب مولانا عبدالقادر صاحب ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی رقم طراز ہیں کہ چترال کا نام شقار بھی ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ اس علاقے میں بولی جانے والی زبان کو چترالی یا قشقاری نہیں بلکہ "کھوار" کہا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ :

"کھوار" کے لفظ کی تسلی بخش تحقیق تو میں نہیں کر سکا لیکن اتنا معلوم ہو سکا کہ "کھو" ایک قوم کا نام تھا جو اس علاقے میں آباد تھی۔ گویا "کھو" قوم کی نسبت سے اس علاقے کی زبان کا نام "کھوار" ہو گیا ہے۔ ممکن ہے حقیقت یہی ہو۔ لیکن اس تحریر سے راقم کا ذہن عربی کے کلمہ "خوار" کی طرف گیا اور لغت اٹھا کر دیکھا تو "خوار" کے معنیٰ آواز خاصکر گائے کے بچے کی آواز اور بزدل اور ڈرپوک کی آواز کے نظر آئے۔ گویا چترال میں بولی جانے والی زبان کا نام "کھوار" عربی کے "خوار" کی ایک صورت ہے۔"

کوارڈ ——— چترالی کے کھوار اس کے عربی مفروض ماخذ "خوار" کی نسبت سے جدید زبانوں کا ایک لفظ "کوارڈ" یاد آیا۔ جو انگریزی میں COWARD پرتگالی میں COVARDE ہسپانوی میں COBARDE اور اطالوی زبان میں CODARDO ہے۔ فرانسیسی میں اسکی صورت COUARD ہے، اہل یورپ اسے لاطینی کے کلمہ COUDA سے ماخوذ مانتے ہیں، ان سب کلمات کے معنیٰ ہیں۔ بزدل اور عربی میں "خوار" کے یہی معنیٰ ہیں۔ یعنی بزدل، کمزور، ڈھیلا اور سست وغیرہ۔ ممکن ہے کسی صاحب کو COWARD اور COUARD وغیرہ کلمات کے آخر D (د) کھٹکتا ہو، سو عرض ہے کہ ان الفاظ میں D زائد ہے، اصل لفظ COWAR ہی ہے، جو انگریزی لغت میں COWER کی صورت میں ملتا ہے۔ COWER (کوور) کے معنیٰ ہیں ڈر اور خوف کی وجہ سے چھپ جانا۔ یہ لفظ آئس لینڈ کی زبان میں KURA ڈنمارک والوں کی زبان میں KURE سویڈن کی بولی میں KURA اور جرمن میں KAUERN ہے، یہاں RN مصدر کی علامت کے طور پر اصل کلمہ پر اضافہ ہے۔ COW (کاؤ) جس کے معنیٰ گائے کے ہیں۔ یہ بھی خوف بزدلی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اہل یورپ نے COW بمعنیٰ گائے کو سنسکرت کے کلمہ GO اور COW بمعنیٰ ڈرانا، خوف زدہ کرنا۔ کو ڈینش کے KUE یا آئس لینڈ کی زبان کے KUGA سے ماخوذ بتایا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ تمام کلمات یعنی COWARD (بزدل) COWER (ڈر سے چھپ جانا۔) نیز COW (گائے) اور COW (ڈرانا، خوف زدہ کرنا۔) وغیرہ کلمات جو یورپ کی درجنوں زبانوں میں پائے جاتے ہیں سب کے

باقی صفحہ ۴۵ پر

جناب محمد امین صاحب

جناب اختر راہی - ایم اے

عالمِ اسلام کا پہلا گوریلا لیڈر
امام شامل ؒ

از جناب کیپٹن محمد حامد کاکول اکیڈمی ——— ناشر: فیروز سنز لمیٹڈ ۶۰۔ شارع قائد اعظم لاہور، صفحات ۲۵۰، قیمت ۵۰/۱۱ روپے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے نامور فرزند امام شامل ؒ کے بارے میں لکھی ہوئی یہ کتاب اردو زبان میں اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے، روس میں مسلمانوں کے کارناموں کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں۔ ان مسلمان مجاہدین کے معرکوں سے ہمیں زیادہ واقفیت نہیں جنہوں نے روس میں زارِ روس کی آمریت اور ظلم و استحصال کے خلاف جدوجہد کی۔ کیپٹن محمد حامد صاحب نے اردو میں امام شامل ؒ کی شخصیت اور کارناموں پر ایک مفصل کتاب لکھ کر اردو داں طبقے کو ان کی اس جدوجہد سے متعارف کرایا ہے جو انہوں نے زارِ روس کے خلاف عمر بھر جاری رکھی۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو وہ کسی نہ کسی صورت میں ظلم کے خلاف جہاد جاری رکھتا ہے۔ داغستان میں امام شامل ؒ کی ساری زندگی اسی جہاد میں گذری ان کے بعد ان کے مریدوں نے اس تحریک کو زندہ رکھا۔

کیپٹن حامد صاحب نے جس سادہ اور سلیس زبان میں امام ؒ کے جنگی معرکوں کا ذکر کیا ہے اور فنونِ حرب کے نقطۂ نظر سے جس طرح ان معرکوں کا جائزہ لیا ہے۔ یہ انہی کا حصہ ہے۔ میدانِ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے انہوں نے غلو، لفاظی اور مبالغہ سے کام نہیں لیا بلکہ حقیقت پسندی اور واقعیت نگاری کو اپنا اسلوب بنایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے جنگ کے تکنیکی پہلوؤں کو مدِنظر رکھا ہے۔ اور اس کے باوجود کتاب کہیں بوجھل نہیں ہونے پائی۔

امام ؒ نے جنگ کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بڑی حد تک چھاپہ مار یعنی گوریلا طریقۂ جنگ تھا۔ اس طرح ہمیں اس میدان میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کا پتہ چلتا ہے۔ امام شامل ؒ اس اعتبار سے عالمِ اسلام کے پہلے گوریلا لیڈر قرار دئے گئے ہیں۔

مصنف کی تحریر میں بڑی سلاست اور روانی ہے۔ لفظ لفظ پر ان کی موضوع سے گہری جذباتی وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ اور اندازِ بیان دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اگر اس کتاب میں اس نظریاتی کشمکش

کا حوالہ بھی دے دیا جاتا جو امام شاملؒ کے دور کے بعد پیش آیا تو یہ کتاب زیادہ قیمتی ہو جاتی۔ امام شاملؒ کے بعد یہ تحریک خاصے طویل عرصے تک جاری رہی۔ اس دور کا تذکرہ ہنوز اردو زبان میں نہیں آیا ہے۔ شاید مصنّف بعد میں اس طرف توجہ دے کر ہمیں اس کے بارے میں آگاہ کر سکیں۔

مجموعی طور پر یہ کتاب اس نظریاتی فساد کے دور میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اہلِ ذوق حضرات کو جو نقشبندیہ سلسلے کے مشاہیر، مسلمانوں کی فوجی تاریخ اور روس کے واقعات و حالات سے دلچسپی رکھتے ہوں اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

امام شاملؒ کی شخصیت کو وسیع پیمانے پر متعارف کروانے کی ضرورت ہے۔ اس کتاب کا سندھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ دیگر علاقائی زبانیں بھی اس سے محروم نہ رہنی چاہئیں۔ اور یہ وسیع حلقے میں پھیلنی چاہئے۔

(محمد امین)

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات) | مؤلف: محمد ایوب قادری۔ صفحات ۶۲۲۔

قیمت -/۳۶ روپے، کتابت، طباعت اور جلد عمدہ۔ ناشر: پاک اکیڈمی ۱/۱۸۱ وحید آباد۔ کراچی ۱۸

پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کے قلم سے کئی قیمتی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ زیرِ نظر تالیف کی داغ بیل ۱۹۵۷ء میں ڈالی گئی، اس کے بعض حصے ہند و پاک کے معروف علمی جرائد میں شائع ہوئے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ بعض حلقوں میں ان پر شدید نکتہ چینی بھی کی گئی مگر پروفیسر موصوف کو اپنے اخذ کردہ نتائج پر اس قدر اعتماد اور یقین ہے کہ انہوں نے ان تمام مضامین کو بلا ترمیم کتاب میں شامل کیا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی باقاعدہ اور منظم جنگ تھی جو غیر ملکی اقتدار سے نجات پانے کے لئے لڑی گئی۔ بعض کوتاہیوں کی بنا پر آزادی پسند قوتیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ تقسیمِ ہند تک اس بارے میں ایک ہی نقطۂ نظر تھا جو انگریز مؤرخوں نے پیش کیا تھا، اور اچھے اچھے پڑھے لکھے اسے "غدر" ہی کہتے رہے۔

آزادی کے بعد بھارت اور پاکستان میں ازسرِ نو ماخذوں کی چھان بین کی گئی اور آزاد قومی نقطۂ نظر سے تاریخ قلمبند کی گئی۔

۱۸۵۷ء کی کتابیات "THE REVOLT IN INDIA 1857-58" کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۶۸ء تک اس موضوع پر ۶۳۷ کتابیں، ۱۹۳ منتخب مقالات اور ۱۶۰ مخطوطات و اخبارات اہلِ علم کے سامنے آ چکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تمام ذخیرے کے باوجود اب بھی کام کی بہت گنجائش ہے۔ اس جنگ کا تمام ریکارڈ لندن کے کتب خانوں، عجائب گھروں اور ذاتی ذخیروں میں محفوظ ہے۔ اسی

طرح ہمارے ہاں قدیم گھرانوں کے علمی ذخیروں، یادداشتوں، خطوط اور دوسری دستاویزات کی چھان بین سے اس تحریک کے بعض گوشے سامنے آسکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے اہلِ علم، تحقیقی ادارے اور یونیورسٹیاں (خاص طور پر تاریخ کے شعبے) اس طرف توجہ دیں۔

زیرِ نظر کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں پس منظر یا تمہید بیان کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں روہیل کھنڈ کے مختلف اضلاع بریلی، بدایون، پیلی بھیت، شاہجہان پور، مراد آباد اور بجنور میں جنگِ آزادی کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ تیسرے کا تعلق دوابہ گنگ وجمن کے حالات سے ہے۔ چوتھے میں کانپور اور لکھنؤ کے وقائع بیان کئے گئے ہیں۔ پانچویں میں روہیل کھنڈ کے آخری معرکوں کا بیان ہے۔ چھٹے اور ساتویں باب میں دہلی کے حالات اور دوسرے کوائف دئے گئے ہیں۔ آٹھویں باب میں ۱۸۵۷ء کے افراد و واقعات سے متعلق نادر اور نایاب دستاویزات پیش کی گئی ہیں۔ نواں اور آخری باب اس جنگ کی بعض ممتاز شخصیات کے سوانحی تعارف پر مبنی ہے۔

کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ہر باب میں ایک یا ایک سے زیادہ ایسے چشم دید بیانات آگئے ہیں جو پہلے کسی تاریخ میں درج نہیں۔ مثال کے طور پر لکھنؤ کے حالات میں مرزا نصیر الدین اور مؤلف "وقائع دلپذیر" کے بیانات، دہلی کے حالات میں رضی الدین بدایونی کے بیانات، حیدر آباد سندھ کے بارے میں مختلف اصحاب کے بیانات نہایت اہم ہیں۔

آٹھواں باب پروفیسر صاحب کی جستجو اور تفحص کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس میں جو تحریریں اور دستاویزات پیش کی گئی ہیں ان سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کیا تھا۔؟

فاضل مؤرخ نے اشخاص کے بارے میں مستند ماخذوں سے واضح کیا ہے کہ کس کا کیا حصہ تھا؟ آج خواہ مخواہ بعض لوگوں کو ۱۸۵۷ء کا ہیرو بنایا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ کتاب معلومات افزا ہے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم اور پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین مرحوم کے قلم سے بالترتیب تعارف اور مقدمہ کتاب کی زینت ہیں۔ ایسی علمی کتابوں کے لئے ضروری ہے کہ اعلام، اماکن اور کتب کا تفصیلی انڈکس شامل ہو۔ امید ہے، آئندہ ایڈیشن میں یہ کمی پوری کر دی جائے گی اور پروف ریڈنگ کی طرف بھی زیادہ توجہ دی جائے گی۔ (اختر راہی ایم۔اے)

بقیہ: وحشی کون؟

سب عربی کے "خوار" سے ماخوذ ہیں۔ عربی میں "خوار" کے معنی ہیں گائے کی آواز اور بزدل، غالباً دونوں میں وجہ اشتراک بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ گائے عام طور پر خاموش رہنے والا جانور ہے۔ صرف خوف اور ڈر ہی کے وقت آواز پیدا کرتا ہے۔ خواہ اسے دشمن کا ڈر ہو یا ماں یا بچے کے گم ہو جانے کا خوف ہو۔ ▭▭
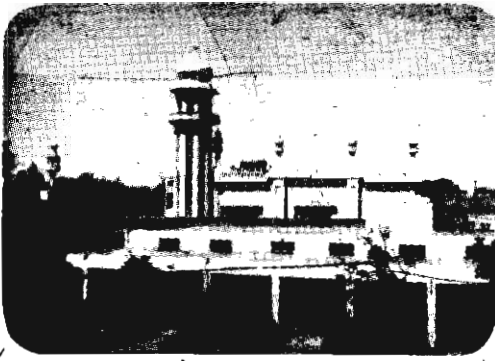
احوال و کوائف

دارالعلوم حقانیہ

مجلس شوریٰ کا سالانہ جلسہ | دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا بجٹ اجلاس ۳۰ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو دارالحدیث میں حسب سابق نہایت کامیابی سے منعقد ہوا جس میں ملک کے مختلف حصوں سے ارکان دارالعلوم نے شرکت کی اجلاس کی صدارت دارالعلوم کے بزرگ رکن الحاج میاں محمد اکرم شاہ صاحب کاکاخیل نے فرمائی تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دینی علوم کی اہمیت اور برصغیر میں اسلام کی حفاظت و اشاعت کے بارہ میں اہم خطاب فرمایا اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مہتمم دارالعلوم حقانیہ کی ضعف اور علالت کی وجہ سے مولانا سمیع الحق مدرس دارالعلوم و مدیر ماہنامہ الحق نے نیابۃً نئے سال کے بجٹ کی تشریح اور منظور شدہ بجٹ کی کمی بیشی کے اسباب اور سال رواں کیلئے تخمینی میزانیہ پر مشتمل ایک طویل رپورٹ پیش فرمائی جس میں بتایا گیا تھا کہ سال ۱۳۹۵ھ میں دارالعلوم کو مختلف مدات سے ——— تین لاکھ چار ہزار چھبیس روپے اٹھادن پیسے کی آمدنی ہوئی اور تعلیمی، انتظامی، اشاعتی شعبوں پر ۱۳۹۵ھ میں تین لاکھ باسٹھ ہزار سات سو سولہ روپے چودہ پیسے خرچ ہوئے، سال رواں کے لئے چار لاکھ تریالیس ہزار آٹھ سو اٹھانوے روپے پچھتر پیسے کا میزانیہ پیش کیا گیا، جس میں موجودہ فنڈ کی رُو سے ایک لاکھ تین ہزار آٹھ سو بہتر روپے ستر پیسے کے خسارہ کے باوجود توکلاً علی اللہ متوقع آمدنی کے پیش نظر شوریٰ نے منظور کیا کئی ارکان شوریٰ نے بجٹ پر تقریریں کرتے ہوئے دارالعلوم کے تمام شعبوں کے روزافزوں ترقیات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور اطمینان کا اظہار کیا، اجلاس میں بعض علمی و دینی منصوبوں کے قیام اور بعض شعبوں کو ترقی دینے پر بھی غور کیا گیا۔

علماء و معاونین کی تعزیت | اجلاس کے آغاز میں ان مرحومین کیلئے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی جن کا پچھلے قریبی عرصہ میں انتقال ہوا، اور جن کی جدائی دینی و علمی مقام رکھنے کی وجہ سے دارالعلوم کیلئے باعث غم بنی۔ ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب کراچی ——— مولانا اطہر علی خان ——— مولانا عبدالوہاب صاحب۔

مولانا مفیض اللہ صاحب بنگلہ دیش ــــ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند ــــ مولانا علامہ مارتونگ صاحب ــــ مولانا عبدالباری ندوی ــــ مولانا محمد اویس ندوی نگرامی ــــ مولانا محمد اسماعیل صاحب و دیگر حضرات۔

اضافۂ مشاہرات | اجلاس نے موجودہ دور کی مہنگائی کے پیشِ نظر ذیلی کمیٹی کو اختیار دیا، کہ اساتذہ وعملہ کی تنخواہوں کے مسئلہ پر غور کرے، چنانچہ اس کمیٹی نے اپنے شام کے اجلاس میں تمام اساتذہ اور عملہ کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کی منظوری دے دی اسکی وجہ سے دارالعلوم کے اخراجات میں صرف تنخواہوں کی مد میں تقریباً ۳۵ ہزار سالانہ کا اضافہ ہو جائے گا۔

اجلاس میں شرکت کرنے والے بعض ارکان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

میاں محمد اکرم شاہ کاکاخیل ــــ الحاج شیر افضل خان بدرشی ــــ مولانا ولایت شاہ کاکاخیل حاجی شیر افضل خان لاہور ــــ میاں مراد گل کاکاخیل ــــ حاجی حبیب الرحمان نوشہرہ ــــ مولانا قاری محمد امین صاحب ــــ حاجی مطیع الرحمان مردان ــــ مولانا قاری سعید الرحمان راولپنڈی ــــ مولانا عبدالحنان صاحب ــــ حاجی محمد صابر صاحب لاہور ــــ مولانا عبدالرشید صاحب ــــ مولانا محمد یوسف قریشی ــــ مولانا اشرف علی قریشی پشاور ــــ حاجی وزیر محمد صاحب برباشیل ــــ مولانا فضل حلیم ــــ حاجی سعد الواسع پیر بیائی ــــ نواب محمد سلیمان صاحب اوکاڑہ ــــ حاجی حضرت لاہور ــــ سید عبدالحنان میاں صاحب ــــ مولانا غلام حیدر لاہور ــــ الحاج سید نور بادشاہ ــــ الحاج غلام محمد ــــ الحاج محمد یوسف صاحب ــــ الحاج رحمان الدین صاحب ــــ ملک کرم الٰہی صاحب۔ جناب مستقر خان صاحب ــــ مولانا دوست محمد ــــ ڈاکٹر صاحب شاہ ، حاجی سیف الرحمان۔

نئے تعلیمی سال کا آغاز | ۲۶ر شوال سے دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا افتتاح ہو چکا ہے حضرۃ شیخ الحدیث مدظلہ، نے درس ترمذی شریف کے افتتاح کے بعد علوم دینیہ کی فضیلت اور طلب علم کے آداب پر مختصراً تقریر کی، اس موقع پر اتفاق سے مولانا حافظ محمد اشرف صاحب شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی اور مولانا غلام محمد صاحب مصنف حیات اشرف کراچی بھی تشریف لائے تھے، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خواہش پر مولانا محمد اشرف صاحب نے فضیلت علم پر مؤثر تقریر فرمائی، اب حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دیگر تمام اساتذہ اور شعبے درس و تدریس میں مشغول ہیں، صرف دورۂ حدیث شریف میں طلبہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے۔

نئے استاذ کا تقرر | شوال سے دارالعلوم کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب

فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ کا بطور استاذ تقرر ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے آپ کئی مدارس میں حدیث اور فنون کی اعلیٰ کتابیں پڑھاتے رہے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی میں فراغت کے سال آپ نے پوری دنیا کے طلبہ میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی۔ ایم اے اسلامیات بھی کر چکے ہیں اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے کافی عرصہ استفادہ کرتے رہے۔

مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کی آمد | مجلس شوریٰ دار العلوم کے اجلاس سے کچھ دیر قبل حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ دار العلوم تشریف لائے۔ آمد کا مقصد حضرت شیخ الحدیث کی زیارت تھی۔ آپ نے دار الحدیث میں طلبہ سے خطاب کیا، دیگر شعبوں کے علاوہ آپ دار العلوم کے نئے تصنیفی شعبہ مؤتمر المصنفین میں بھی گئے اور مطبوعات ادارہ پر نہایت تحسین کا اظہار کیا اور دعا فرمائی کہ خداوند تعالیٰ اس شعبہ کو پاکستان کے لئے دار المصنفین اور ندوۃ المصنفین کا متبادل بنا دے۔

شاہ خالد کا خیر مقدم اور جوابی ٹیلیگرام | پاکستان میں فرمانروائے سعودی عرب شاہ خالد کی آمد مسرتوں کا باعث تھی، اس موقع پر حضرت مہتمم دار العلوم حقانیہ نے پورے دار العلوم کیطرف سے خیر مقدم کا ٹیلیگرام دیا، حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے نام سفیر سعودی عرب جناب ریاض الخطیب صاحب کی وساطت سے شاہ خالد معظم کا جوابی پیغام ملا، جس میں شکریہ اور برادرانہ جذبات محبت و خلوص پر سپاس گذاری کا اظہار کیا گیا تھا۔

معزز قارئین سے | کئی ماہ سے پرچہ کی اشاعت میں بوجوہ تاخیر ہو رہی ہے تاہم ہماری سعی ہوتی ہے کہ درمیانی وقفہ ایک ماہ سے زیادہ نہ ہو مہینوں کے لحاظ سے قارئین کو کچھ بے ترتیبی محسوس ہو رہی ہے مگر ہماری گذارش ہے کہ پرچہ کی ترتیب مہینوں سے نہیں رسالہ پر لکھے ہوئے نمبر شمار سے لگایا کریں بعض دفعہ رسالہ پر مہینے کا نام دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ مجھے ہی تاخیر سے بھیجا گیا حالانکہ پرچہ آنتے ہی بیک وقت ایک ہی دن میں سپرد ڈاک کیا جاتا ہے۔ بہت سے قارئین نہ خریداری نمبر لکھتے ہیں نہ منی آرڈر کوپن پر وضاحت سے کچھ لکھتے ہیں آئندہ ایسے حضرات سے الحق اپنا تعلق برقرار رکھنے سے معذور ہوگا۔ (ادارہ)
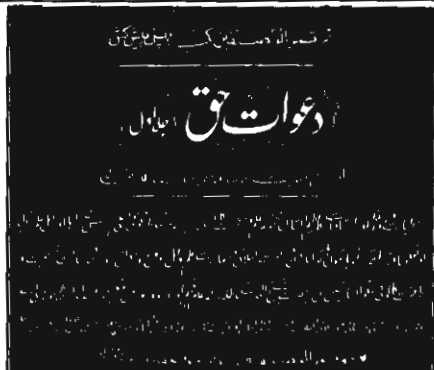
نقشہ میزانیہ برائے سالِ رواں ۱۳۹۶ھ و اخراجات ۱۳۹۵ھ

(میزانیہ چار لاکھ تریالیس ہزار آٹھ سو اٹھانوے روپے پچھتر پیسے)

	اخراجات ۱۳۹۵ھ		میزانیہ ۱۳۹۶ھ	
	پیسہ	روپے		
مطبخ	۳۱	۱,۱۸,۳۵۶	-	۱,۳۶,۸۰۰
ڈاک	۹۸	۱,۳۷۰	-	۲,۰۰۰
کرایہ مکان	-	۱۷۲	-	۲۲۰
نقد امداد	۸۵	۳۳۰	-	۳۰۰
روشنی	۹۹	۷,۶۰۸	-	۹,۵۰۰
فٹنگ	۸۴	۲,۶۳۶		
صابن	۰۳	۲,۶۱۱	-	۲,۷۰۰
رسائل واخبارات	۲۰	۴۴۷	-	۴۵۰
اشاعت	-	۴۱۸	-	۱,۳۰۰
امتحانات	۶۰	۵۱۸	-	۵۰۰
کتب خرید	۰۲	۲,۷۶۸	-	۳,۰۰۰
مرمت	۱۸	۱,۰۲۸		
باغیچہ	-	۱۰۶	-	۱۵۰
سفارت	۵۳	۲۹,۲۶۳	-	۳۰,۰۰۰
سٹیشنری	۵۰	۱,۲۸۷	-	۱,۲۰۰
تنخواہ مدرسین	-	۳۶,۰۱۴	-	۹۷,۰۰۰
عملہ	۰۴	۲۷,۳۱۴		
الاؤنس مدرسین	-	۹,۸۶۴		
تعلیم القرآن	۴۲	۲۵,۳۰۹	-	۲۷,۰۵۰
الاؤنس عملہ	۶۸	۹,۵۰۲		
مرمت واٹر پمپ	۶۰	۴۹۲		
نئی مشین پل مانو بلاک	۱۵	۳,۲۳۲		
فرنیچر	۵۰	۲,۱۳۶	-	۲,۵۵۰
درس ریکارڈنگ	۲۵	۲,۲۶۹	-	۴۰۰
سامان خرید	۵۱	۱,۶۴۲	-	۲,۴۰۰
مرمت	۶۲	۷۲۷		
آب رسانی	-	۳۲۹	-	۱۰۰
متفرق	۶۰	۱۳۶۱	-	۶۰۰
تعمیر کتب خانہ	-	۷۱۱	-	۴۰,۰۰۰
سند الفراغ چھپائی	-	۳۹۷		
تکمیل تعمیر مہمان خانہ	۴۱	۵۷۷		
مرمت	-	۱۹۸		
تعمیرات	۳۴	۹۷۵۶	-	۵۰۰۰
تعمیری زمین	-	۲۹۲۵۰		
ٹیلی فون	۰۴	۵۱۱	-	۵۰۰
بنک کمیشن	-	۳۳	-	۲۰
آڈٹ	-	۱۶۰	-	۱۶۰
فیس وفاق	-	۴۱۵	-	۴۱۵
لاؤڈ سپیکر	-	-	۷۵	۲۱۳
الحق	۹۵	۳۱,۷۹۰	-	۳۹,۰۰۰
تنظیم الفضلاء	-	-	-	۳۵۰
تعمیر دار الافتاء والتصنیف	-	-	-	۲۵,۰۰۰
پلاٹ برائے تعمیر دار التجوید والحفظ	-	-	-	۱۵,۰۰۰
	۱۴	۳,۶۲,۷۱۶	۷۵	۴,۴۳,۸۹۸

مدارس عربیہ اور مساجد کے تحفظ کیلئے اجتماع راولپنڈی

مدارس عربیہ اور مساجد کی آزادی کو لاحق ہونے والے خطرات کے پیش نظر ۱۰ نومبر ۷۶ء ۱۹ء مدرسہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں ملک کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور ارباب مدارس کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد ہوا جسے وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب نے طلب کیا تھا۔

اجلاس کی صدارت وفاق المدارس کے نائب صدر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے فرمائی اجتماع میں ملک کے چاروں صوبوں سے دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے تقریباً ایک سو مندوبین شریک ہوئے اور مساجد و مدارس کے تحفظ کے سلسلہ میں مختلف تجاویز زیر غور آئیں۔ کام کو آگے بڑھانے کے لئے ایک پانچ رکنی عارضی کمیٹی بنائی گئی جو وسیع خطوط پر تحفظ مدارس کی تحریک کو منظم کرے گی۔ اور ایک متفقہ مجلس عمل کی تشکیل کے لئے رابطہ قائم کرے گی ــــ اجلاس میں محکمہ اوقاف کے بارہ میں ایک قرارداد پاس ہوئی جس میں اس محکمہ کی مکمل ناکامی اور مساجد و مدارس کا نظم و نسق برباد کر دینے کا کہا گیا تھا۔ اور یہ کہ ایسے محکموں کا مقصد موجودہ حالت میں یہ رہ گیا ہے۔ کہ علماء کرام کو حق گوئی سے روکا جائے اور مساجد و مدارس کو سرکاری پارٹی کے پروپیگنڈہ کا اڈہ بنا دیا جائے۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ تمام مکاتب فکر کے فقہاء کے نزدیک وقف کی آمدنی کو وقف کرنے والوں کی مرضی کے خلاف خرچ کرنا اور کو بلا شرعی عذر وقف کے انتظامات سے الگ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ حتیٰ کہ واقف خود بھی شرائط کی خلاف ورزی کا مجاز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ حکومت بھی جس کا نظام قرآن و سنّت کے مطابق ہو اس کا حق نہیں رکھتی، قرارداد میں کہا گیا تھا کہ محکمہ اوقاف کو فی الفور توڑ کر تمام زیر تحویل مساجد اور مدارس کو سابق منتظمین کے حوالہ کیا جائے اور اوقاف کی آمدنی کو شرعی اصولوں پر صرف کرنے کی نگرانی کے لئے تمام مکاتب فکر کے ایسے جید علماء کرام پر مشتمل خود مختار مسلم بورڈ قائم کیا جائے، جن پر متعلقہ مکاتب فکر کو مکمل اعتماد ہو۔

دوسری قرارداد میں حقوق نسواں کمیٹی کے غیر اسلامی غیر اخلاقی سفارشات پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے مداخلت فی الدین قرار دیا گیا۔

تیسری قرارداد میں گوجرانوالہ کی مسجد و مدرسہ نور کے لئے عوامی مجلس تحفظ مساجد و مدارس کی مساعی کی تحسین کی گئی اور آئندہ کسی بھی مسجد و مدرسہ کی واگذاری کے لئے اٹھائی گئی کسی تحریک کی مکمل حمایت اور پشت پناہی کا یقین دلایا گیا۔

پشاور یونیورسٹی

ٹنڈر نوٹس

منتخب ٹنڈر آئیٹم نرخ یا فیصد نرخ کی بنیاد پر شیڈول ریٹ ۱۹۶۷ء کے بمطابق گورنمنٹ کے منظور شدہ درجہ اوّل ٹھیکیداروں سے مطلوب ہیں۔ ٹنڈر ساڑھے دس بجے زیر دستخطی کے دفتر میں چاہئیں کام کے ساتھ تاریخ درج ہے۔

نمبر شمار	کام کی نوعیت	تخمینہ خرچ بمطابق کمپازیٹو شیڈول نرخ	آئیٹم ریٹ	ای ایم	تاریخ
۱	تیاری فیڈرل ہاسٹل برائے ۱۵۰ لڑکیاں	—	آئیٹم ریٹ ٹنڈر	۲٪ مجموعہ ٹنڈر خرچ	۸-۱۱-۶۷
۲	تیاری پہلی منزل فیڈرل ہاسٹل برائے ۱۵۰ لڑکیاں۔	—	″	″	″
۳	تفریح گاہ کی تعمیر	—	″	″	″
۴	تعمیر ایک آر ٹائپ مکان	۴۷,۴۰۰/- روپے	—	″	۹-۱۱-۶۷
۵	تعمیر ۵ عدد ایف ٹائپ مکانات	۱,۲۹,۳۰۰/- روپے	—	″	″
۶	تعمیر دفتر برائے بورڈ آف اکنامکس معلومات	۲۳,۰۰۰/- روپے	—	″	″

سادہ ٹنڈر فارم بمعہ تعداد بل زیر دستخطی کے دفتر سے نقد ادائیگی مقررہ پر ہر کام کے لئے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ٹنڈر ان ٹھیکیداروں کو دئے جائیں گے جو یونیورسٹی یا اس قسم کے کام کا تجربہ رکھتے ہوں۔ ٹنڈر کھولنے کی تاریخ کو نہیں دئے جائیں گے۔

ڈائریکٹر آف ورکس
پشاور یونیورسٹی

INF (P) 1494

ٹنڈر نوٹس

مندرجہ ذیل کام کے لئے جسکی تفصیل درج ہے ، پی ڈبلیو ڈی کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے جنہوں نے سالِ رواں کے لئے فیس داخل کی ہو سر بمہر ٹنڈر مطلوب ہیں، جو مقرّرہ تاریخ پر صبح گیارہ بجے تک فارم جاری کئے جائیں گے اور اُسی دن ٹھیک بارہ بجے ٹھیکیداروں کے روبرو کھولے جائیں گے۔

کام کی نوعیت	کل لاگت	زرِ ضمانت	فارم جاری کرنے کی تاریخ
پشاور باڑہ روڈ کی بہتری وکشادگی میل ۱، ۲	۱،۴۷،۰۰۰/- روپے	۱۴،۸۲۰/- روپے	۱۵-۱۱-۷۶ گیارہ بجے تک

فارم وصول کرنیکی تاریخ	ٹنڈر کھولنے کی تاریخ
۱۵-۱۱-۷۶ بارہ بجے تک	۱۵-۱۱-۷۶ ٹھیک بارہ بجے

نوٹ :- ۱- ٹنڈر فارم مقرّرہ تاریخ پر گیارہ بجے تک جاری کئے جائیں گے۔

۲- گیارہ بجے کے بعد کوئی فارم جاری نہیں ہوگا۔ ۳- فارم جاری کرتے وقت ٹھیکیدار کال ڈیپازٹ ضرور ہمراہ لائے گا۔ ۴- زرِ ضمانت کال ڈیپازٹ کی صورت میں وصول کی جائیگی۔

۵- بغیر کال ڈیپازٹ بتانے کے کوئی فارم جاری نہیں ہوگا۔

دستخط
ایگزیکٹو انجنیئر بی اینڈ آر ڈویژن پشاور

INF (P) — 1518

ہر دوڑ میں اوّل
SOHRAB
پاکستان کا
نمبر 1 بائیسکل
سہراب

معیاری
اور
قابلِ
اعتماد
ایگل
ایک عالمگیر قلم
EAGLE
A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS & CO. LTD
ORIENT PROCESS, LHR